معارف رئیس الاتقیاء

مفتی محمد نقی علی خاں بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ناشر:

انجمن عاشقان بلال

ملوک پور بازداران، بریلی شریف

فہرست مضامین

سن طبع : صفر المظفر ۱۴۲۰ھ مطابق مئی ۱۹۹۹ء

نام کتاب : معارف رئیس الاتقیا مفتی نقی علی خاں

مرتب : مولانا محمد حنیف خاں، پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف

ناشر : انجمن عاشقان بلال، محلہ ملوک پور بازداران، بریلی شریف

پروف ریڈنگ: محمد حیدر خاں نوری

کمپیوٹر سیٹنگ : محمد اطہر خاں، نوری کمپیوٹرس، پیلی بھیت فون نمبر ۴۳۳۵۷

مطبوعہ :

اشاعت، بار اوّل : ۲۰۰۰

صدر العلما علامہ تحسین رضا خاں محدث بریلوی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت علامہ مولانا نقی علی خانصاحب علیہ الرحمۃ والرضوان جید عالم دین جامع شریعت و طریقت بزرگ تھے آپ کے علمی و ادبی کارنامے آپ کی بے پناہ علمی صلاحیت اور ضور علم و حکمت پر دالالت کرتے ہیں۔ آپ نے اپنے دور کے معرکۃ الآرا اہم مسائل پر قلم اٹھایا اور تحقیق و تدقیق کے دریا بہادئے۔ مگر آپ کی ذات گرامی کا تعارف کماحقہ نہ ہو سکا۔ حتی کہ آپ کی بعض تصانیف بھی زیور طباعت سے آراستہ نہ ہو سکیں یا طبع ہو کر نایاب ہو گئیں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس قوم میں کسی حد تک بیداری پیدا ہوئی ہے اور اس عظیم شخصیت کے کارناموں اور دین متین کی خدمات جلیلہ کو متعارف کرانے کیلئے کوشش شروع ہو گئی ہیں۔

چنانچہ محمد حسن قادری صاحب نے ایک تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کیا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی وہ مقالات بھی ہیں جو گذشتہ تین سال سے اس ذات گرامی کے عرس کے موقع پر منعقد ہونے والے سیمناروں میں پڑھے جا رہے ہیں۔ کچھ ارباب علم و دانش کی رائے ہوئی کہ ان مقالوں کو طبع کر کے کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے تا کہ محفوظ ہو جائیں۔ مولائے کریم جزاء خیر دے اقبال حسین نوری کو کہ انہوں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ بالآخر وقت آ گیا کہ یہ مقالات مطبوع ہو کر آپ کے ہاتھوں تک پہنچیں اور آپ ان کو پڑھ کر محظوظ و متمع ہوں۔

تحسین رضا غفرلہ، ۲۴ر مئی، ۱۹۹۹ء

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہٖ الکریم

پیش لفظ

سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے والد ماجد تاج العلماء، راس الفضلا، خاتم المحققین حضرت مولانا مولوی مفتی نقی علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان ۱۳رویں صدی ہجری کے نابغۂ روزگار اور اپنے خداداد اوصاف و کمالات میں منفرد و یکتائے زمانہ تھے۔ آپ کے معاصرین میں آپ کی نظیر نظر نہ آئی۔ سرکار اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں:

جو دقتِ انظار و حدّتِ افکار و فہم صائب ورائے ثاقب حضرت حق جل و علیٰ نے انہیں عطا فرمائی، ان دیار و امصار میں اسکی نظیر نظر نہ آئی۔ فراست صادقہ کی یہ حالت تھی کہ جس معاملہ میں جو کچھ فرمایا وہی ظہور میں آیا۔ عقل معاش معاد دونوں کا بروجہ کمال اجتماع بہت کم سنا، یہاں آنکھوں دیکھا۔

ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرماتے ہیں:

میں نے اس طبیب صادق [حضرت علامہ محمد نقی علی خانصاحب] کا برسوں مطب پایا۔ اور وہ دیکھا کہ عرب و عجم میں جس کا نظیر نظر نہ آیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۲)

ممکن ہے کسی کے دل میں یہ خیال گذرے کہ یہ باپ کے حق میں

ایک بیٹے کی مدحت سرائی ہے۔ لہٰذا اس تعریف و توصیف کی بنیاد وہ جذبات محبت و عقیدت ہیں جو اولاد کے دل میں باپ کیلئے ہوا کرتے ہیں اور بس امام اہلسنت ان توصیفی کلمات کے آغاز میں یوں اس کا ازالہ فرماتے ہیں:

حاش للہ! نہ اس لئے کہ وہ میرے والد و والی ولی نعمت تھے۔

بلکہ اس لئے کہ الحق و الحق اقول الصدق و اللہ یحب الصدق۔[فتاویٰ رضویہ]

آپ نے وہ عظیم الشان علمی و دینی خدمات انجام دیں جو بجاطور پر آب زر سے تحریر کئے جانیکے لائق ہیں۔ آپ نے علم و حکمت، وعظ و نصیحت کے وہ جواہر متلالی صفحات قرطاس پر بکھیرے ہیں جن کی تحسین و ستائش ہمارے بیان سے باہر ہے۔ عرصہ دراز گذرا لیکن ان کی چمک دمک میں کوئی فرق نہ آیا۔ آج بھی ان کی دید سے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ تزکیۂ باطن، جلائے روح کیلئے وہ اکسیر کا حکم رکھتے ہیں۔

ہمارا فرض تھا ہم اپنے عظیم و محبوب رہنما کے کارناموں سے عالم اسلام کو متعارف کراتے۔ مگر افسوس! امام الاتقیا کے وصالِ مبارک کو ۱۲۳ سال کا طویل عرصہ گزر گیا، مگر ہم اس اخلاقی فریضہ سے عہدہ برانہ ہو سکے۔

ان کے کارناموں کے تعارف کیلئے کتابیں تصنیف کرنا تو در کنار خود ان کی بیشتر بے بہا تصنیفات آج تک زیور طبع سے آراستہ نہ سکیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ہم ان کے شایان شان ان کے عرس کی تقریبات بھی منعقد نہیں کر پائے۔ خدا بھلا کرے انجمن عاشقانِ بلال کے نوجوان ذمہ داروں کا جنہوں نے اس کمی کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے امام الاتقیا کے عرسِ اقدس کے انعقاد کا بیڑا اٹھایا۔ چنانچہ یہ انجمن گذشتہ کئی سالوں سے استاذ الاساتذہ، صدر

العلما حضرت علامہ مولانا شاہ تحسین رضا خاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف کی سرپرستی میں خاتم المحققین کے عرس اقدس کی تقریبات شاندار طریقہ سے منعقد کرتی ہے۔

عرس شریف کے موقع پر علمائے کرام کے تقریری پروگرام کے علاوہ امام الا تقیا کے علمی، ادبی، مذہبی اور ملی کارناموں پر سیمینار بھی منعقد کیئے جاتے ہیں جن میں علما، فضلا اور ریسرچ اسکالر اپنے مقالات کے ذریعہ امام الا تقیا کی بارگاہِ عظمت میں خراج عقیدت پیش کرنیکی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ انجمن عاشقانِ بلال بریلی شریف کا یہ کارنامہ یقیناً قابل مبارکباد اور لائق تحسین ہے۔

مذکورہ سیمیناروں میں پڑھے گئے چند مقالات بنام "معارف امام الا تقیا" انجمن کی طرف سے شائع کئے جارہے ہیں۔ تاکہ عالم اسلام آپ کے کارناموں سے واقف ہو سکے۔ جو مقالات فی الوقت شامل اشاعت نہ ہو سکے ان کو ان شاء اللہ تعالیٰ بعد میں شائع کیا جائیگا۔ انجمن کا یہ قدم بلا شبہ لائق صد مبارکباد ہے۔ اگرچہ یہ مجموعہ مقالات بھی امام الا تقیا کی حیات اور کارناموں کے ذکر کے لئے یقیناً کافی ووافی نہیں ہے پھر بھی بڑی مسرت واطمینان کی بات ہے کہ اس میدان میں حرکت تو ہوئی، جمود تو ٹوٹا۔

اس مجموعہ میں جن حضرات کے مقالات شامل ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خانصاحب قبلہ پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف۔

حضرت علامہ مفتی قاضی شہید عالم صاحب مفتیٔ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی

شریف۔

عالی جناب ڈاکٹر عبد النعیم صاحب عزیزی بریلی شریف۔

حضرت علامہ مولانا صغیر اختر صاحب مدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف۔

جناب مولانا محمد محبوب عالم صاحب متعلم شعبۂ افتا جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف۔

جناب مولوی فضل حق صاحب متعلم جامعہ منظر اسلام بریلی شریف۔

مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ جناب ڈاکٹر محمد حسن صاحب قادری کے بھی چار مقالات مجموعہ میں شامل ہیں۔ ڈاکٹر صاحب قادری نے "مولانا نقی علی خان، حیات اور علمی و ادبی کارنامے" عنوان کے تحت مقالہ لکھکر روہیلکھنڈ یونیورسٹی بریلی شریف سے اردو میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔

ڈاکٹر محمد حسن صاحب قادری نے یہ مقالہ بریلی کالج کے شعبۂ اردو کے سابق ریڈر شیدائی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا جناب ڈاکٹر نواب حسین خاں صاحب نظامی کے زیر نگرانی تیار کیا۔ حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب علیہ الرحمۃ کے علمی و ادبی کارناموں پر یہ پہلی پی. ایچ. ڈی. ہے۔

مقالات کا یہ مجموعہ جناب نواب ایوب حسن خاں صاحب کے مالی تعاون سے منظر عام پر آیا ہے۔ نواب صاحب شرفائے بریلی میں امتیازی شان رکھتے ہیں۔ آپ مکارم اخلاق و محاسن تہذیب کے حامل ہیں۔ آپ کا یہ مالی تعاون اللہ تبارک و تعالیٰ کے محبوبوں سے محبت کی بیّن دلیل ہے جو لائق تہنیت و آفریں ہے۔ اس مجموعہ کی اشاعت میں جناب حاجی اقبال احمد خاں صاحب نوری کی پر خلوص کوششوں اور جد و جہد کا بڑا دخل ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جناب حاجی

اقبال احمد خاں صاحب نوری کی محنت و کوشش ہی کی وجہ سے یہ مجموعۂ مقالات آپ کے ہاتھوں میں پہنچ سکا ہے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ حاجی صاحب موصوف محرک و فعال شخصیت کے مالک ہیں۔ بلکہ بزرگوں کے غیر مطبوعہ تصنیفی سرمایہ کی اشاعت کا بڑا جذبہ رکھتے ہیں۔ اور اس راہ میں محنت و مشقت کرنے سے بالکل نہیں گھبراتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور دینِ حق کی خدمت کرنیکی مزید توفیق بخشے۔ آمین۔

ہمیں امید ہے کہ یہ مجموعہ مسمّی بہ "معارف امام الاتقیا" تاج العلما حضرت مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق علم و تحقیق کے نئے نئے گوشوں کو روشنی میں لانیکا موجب ہوگا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقہ میں "انجمن عاشقان بلال" اور اس کارِ خیر میں ہر حصہ لینے والے کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ حبیبہ سید المرسلین وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ وازواجہٖ و علماء امتہٖ واولیاء ملتہٖ وشہداء محبتہٖ اجمعین ۔برحمتك یا ارحم الراحمین۔

مولانا عبد السلام رضوی

استاد جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج، بریلی شریف

۲۶ر محرم الحرام ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۳ر مئی ۱۹۹۹ء

خاتم المحققین مفتی نقی علی خان
کا
سوانحی خاکہ

از: ڈاکٹر محمد حسن قادری، ایم۔ اے۔ اردو، پولیٹکل سائنس، پی۔ ایچ۔ ڈی

امام الاتقیا مولنا مولوی مفتی نقی علی خاں رحمۃ علیہ، اپنے وقت کے مشہور عالم اور مقتدر مفتی تھے۔ آپ کی ولادت ماہ جمادی الاخریٰ یا رجب المرجب ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۰ء کو محلّہ ذخیرہ بریلی میں ہوئی۔

خاندان:- امام الاتقیا کا نسلی علاقہ افغانستان کے معروف قبیلہ بڑیچ سے ہے۔ قبیلہ بڑیچ افغانستانیوں کا مؤقر معزز قبیلہ ہے جس میں جلیل القدر انبیاء و اولیا، علماء، صوفیا و مشائخ ہوئے ہیں۔ ان کے مزارات افغانستان و ہندوستان میں آج بھی مرجع خلائق ہیں۔ قبیلہ بڑیچ کا مستند شجرہ اس قبیلہ کے معروف صاحبِ علم و فن والی روہیل کھنڈ حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں نے اپنے معروف تصنیف "خلاصہ النساب" میں حضرات آدم علیہ السلام تک درج کیا ہے۔ قبیلہ بڑیچ میں مندرجہ ذیل انبیائے کرام ہوئے ہیں:-

(۱) حضرت آدم علیہ السلام

(۲) حضرت شیث علیہ السلام

(۳) حضرت حضرت ادریس علیہ السلام

(۴) حضرت نوح علیہ السلام

(۵) حضرت ہود علیہ السلام

(۶) حضرت ابراہیم علیہ السلام

(۷) حضرت اسحٰق علیہ السلام

(۸) حضرت یعقوب علیہ السلام

قبیلہ بڑیچ کے معروف بزرگ درج ذیل ہیں:-

ملک طالوت: یعقوب علیہ السلام کی چھٹی پشت میں ملک طالوت پیدا ہوئے آپ اسرائیل کے بادشاہ ہوئے۔

افغنہ:- افغنہ ملک طالوت کے پوتے تھے۔ آپ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہم عصر تھے اوران کے دوراقتدار میں اعلیٰ خدمات پر مامور تھے۔ افغنہ سے نسبی علاقہ رکھنے والے افغان کہلائے۔

قیس عبد الرشید:- آپ کا نسبی علاقہ افغنہ سے ہے آپنے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا قیس عبرانی لفظ ہے اور میں عرب ہوں لہٰذا حضوراقدس نے آپ کانام عبدالرشید رکھا۔ آپ مکہ کی جنگ میں شریک ہوئے بڑی شجاعت اور جوانمردی کا مظاہرہ کیا آپ سے سرکارمدینہ ﷺ بہت خوش ہوئے اور دعائے خیر کے ساتھ فرمایا "عبدالرشید کی اولاد سے سلسلہ عظیم پیدا ہوگا جو قیامت تک دین کو مستحکم کریگا"۔ حضرت ملک عبدالرشید کا عقد حضرت خالد بن ولید کی دختر مطاہرہ کے ساتھ ہوا۔ آپ کاوصال ۸۷ سال کی عمر میں ہوا۔[1]

حضرت ابراھیم سڑھ بن:- حضرت ابراہیم انتہائی متقی و پرہیزگار تھے۔ سڑھ بن کے معنی پشتو میں حلیم الطبع کے ہیں۔ آپ بہت حلیم

الطبع تھے اس لئے آپکی عرفیت سڑھ بن ہوئی۔ آپ کے پوتے بڑیچ ہوئے اور آپ ہی قبیلہ کے مورث علیٰ ہوئے اور قبیلہ بڑیچ اپنی شجاعت وجوانمردی سے قندھار پر برسر اقتدار ہو گیا۔ قندھار اور افغانستان پر سینکڑوں سال تک قبیلہ بریچ کی حکمرانی رہی۔

شجاعت جنگ محمد سعید اللہ خاں:- آپ قبیلہ بریچ کے معزز سردار تھے۔ آپ نادر شاہ کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ نادر شاہ واپس ملک چلا گیا لیکن شجاعت جنگ سعید اللہ خاں نے ہندوستان میں ہی سکونت اختیار کرلی۔ محمد شاہ بادشاہ نے آپ کو لاہور کا شیش محل بطور جاگیر عطا کیا اور منصب شش ہزاری اور شجاعت جنگ خطاب سے نوازا۔ آپ کے فرزند سعادت یار خاں سعادت مند تھے جن کے سن بلوغ کو پہنچنے پر حضرت شجاعت جنگ نے دربار شاہی سے علیٰحدگی اختیار کرلی اور باقی عمر یادالٰہی میں متوکلانہ بسر کی۔ آپ ہی حضرت مولانا نقی علی خاں کے جدّ امجد ہیں جو اس خاندان کو ہندوستان لانے اور آباد کرنے کے بانی ہیں۔

سعادت یار خاں:- شجاعت جنگ محمد سعید اللہ خاں کے سعادت مند فرزند سعادت یار خاں محمد شاہ بادشاہ کے دربار سے وابستہ ہو کر وزیر مال کے منصب پر فائز کئے گئے۔ علاقہ کٹھیر جو بعد کو روہیلکھنڈ مشہور ہوا۔ سلطنت دہلی کی گرفت اس پر ڈھیلی پڑ گئی تو سلطنت دہلی نے روہیل کھنڈ کے باغیوں کے خلاف تادیبی کارروائی کے لئے فوج کشی کا ارادہ کیا اور اس مہم کو سر کرنے کے لئے قرعہ فال سعادت یار خاں کے نام نکلا۔ سعادت یار خاں نے جبلی شجاعت اور جنگی مہارت کے خوب جوہر دکھائے انجام کار ۲ر جون ۱۷۴۵ء کو روہیلوں نے ہتھیار ڈال دیے اور نواب علی محمد خاں بادشاہ کے روبرو ہاتھ باندھ

کر حاضر ہوا۔ اس طرح فتح بریلی کا سہرا انہیں کے سر رہا۔ شاہ نے مسرور ہو کر آپ کو بریلی کا صوبہ دار بنانے کا فرمان جاری کر دیا لیکن فرمان شاہی اسوقت ملا کہ آپ بستر مرگ پر تھے اس لئے بریلی نہ صوبہ بن پایا اور نہ آپ صوبہ دار بن پائے۔ ؎

سعادت یار خاں نے اپنے دور وزارت میں دہلی میں دو نشانیاں چھوڑیں اوّل بازار سعادت گنج دوئم سعادت نہر۔ حوادث روزگار کے دست ستم سے ان دونوں میں کوئی نشانی نہ بچ سکی۔ مولینا نقی علی خاں کے پوتے حضرت مولینا حسنین رضا خاں کا قول ہے کہ۔

"سعادت یار خاں کی مہر وزارت میری جوانی کی عمر تک موجود تھی اور میں نے اس مہر کو دیکھا بھی تھا؎" مولانا حسنین رضا خاں ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے اگر ان کی جوانی کی عمر چالیس سال مان لی جائے تو اس طرح ۱۹۳۲ء تک سعادت یار خاں کی مہر وزارت آپ کے خاندان میں موجود تھی۔ اس دور میں عبدالعزیز خاں عاصی "تاریخ روہیلکھنڈ" مرتب کر رہے تھے انہوں نے حضور مفتی اعظم ہند مصطفٰی رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے اس تاریخ کی ترتیب میں معاونت کی استدعا کی تھی۔ حضور مفتی اعظم ہند نے اس خاندان میں محفوظ شاہی دور کے سکے اور مہریں ان کو دی تھیں۔ ان میں سے کچھ سکوں کے عکس کو مولینا عاصی نے "تاریخ رہیلکھنڈ" میں حضور مفتی اعظم ہند کے حوالے سے شائع بھی کیا۔ وہ سکے اور مہر عاصی بریلوی نے واپس نہیں کئے اور بر بنائے وضعداری حضور مفتی اعظم ہند نے واپس بھی نہیں مانگے۔ آخر عمر میں عبدالعزیز خاں عاصی مفلوک الحال ہو گئے تھے اور بریلی کے محلہ ٹاکھر میں لب سڑک ایک جھونپڑی میں ان کا انتقال ہوا۔ غالباً یہ سکے اور مہریں عاصی بریلوی کی مفلوک الحالی کی

بھینٹ چڑھ کر کسی سونار کی بھٹی کی ستم کاری کا شکار بن گئے۔

سعادت یار خاں کے تین فرزند شہزادہ محمد اعظم خاں، و شہزادہ محمد معظم خاں اور شہزادہ محمد مکرم خاں تھے۔

حضرت مولانا محمد اعظم خاں:- سلطان محمد شاہ کے وزیر دولت سعادت یار خاں کے فرزند اکبر مولنا محمد اعظم خاں تھے۔ آپ بھی دربار شاہی سے وابستہ تھے۔ لیکن آپکی طبیعت مائل بہ زہد تھی اس لئے آپنے امور دنیا سے سبکدوش ہو کر زہد و ریاضت کی راہ لی اور ساری عمر یاد الٰہی میں گزاری۔

اعظم خاں نے دو شادیاں کی تھیں زوجہ اولیٰ سے حافظ کاظم علی خاں اور زوجہ ثانیہ سے چار صاحبزادیاں تھیں جن میں سے یک کا نام فہمیدہ بیگم تھا جن کا عقد ولی محمد خاں رفیع کے ساتھ ہوا۔ فہمیدہ بیگم کا انتقال ۱۸۳۸ء میں ہوا۔

محمد اعظم خاں نے اپنی رفیقہ حیات سلطان خانم کے نام سے دہلی میں ۲۹ر جمادی الاوّل ۱۲۰۸ھ کو کٹہرہ خریدا یہ کٹہرہ چھتہ نثار خاں میں لاہوری دروازہ پر واقع تھا۔ اس کٹہرہ کے حدود اربعہ درج ذیل ہیں:-

شرق:- شارع عام وللہ الباب

غرب:- حویلی ورثا جوالا ناتھ تمبا کو والے

جنوب:- حویلی شاہ غلام حسین وغیرہ

شمال:- حویلی مشترکہ مدعی ودوار کاداس

اسی مقام پر اعظم خاں کی ایک حویلی تھی جیسا کہ مذکور کٹہرہ کے حدِ شمالی سے واضح ہے۔ غالباً اسی حویلی کا نصف حصہ اعظم خاں نے دربار شاہی سے قطع تعلق کرنے کے بعد دوار کاداس کے ہاتھ فروخت کر دیا اور نصف حصہ میں

خود سکونت پذیر تھے۔ محمد اعظم خاں صاحبِ جائیداد آدمی تھے آپ نے اپنی بیوی کی جائیداد کی دیکھ بھال کے لئے مختار کار ولی محمد خاں شوہر فہمیدہ بیگم دختر خود کو مقرر کیا تھا۔ مذکورہ کٹہرہ کی ملکیت کے تنازعہ سے متعلق ایک مقدمہ ۱۸۴۵ء دہلی کی دیوانی کچہری میں ۲۸/اپریل ۱۸۴۵ء کو صدر الصدور مولوی صدر الدین خاں آزردہ کی عدالت میں اعظم خاں پوتے رضا علیخاں کے خلاف شجاعت علی خاں نے قائم کیا تھا اس مقدمہ کے فیصلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد اعظم خاں کا انتقال ۱۸۱۵ء کے آس پاس ہوا ہوگا۔ مفتی صدر الدین خاں کی عدالت سے وراثت کی بنیاد پر مذکور کٹہرہ اعظم خاں کی ملکیت قرار دیا گیا جس کو انہوں نے مسمات امتیاز بیگم زوجہ عطاالله خاں کے حق میں بیع کر دیا تھا۔ اعظم خاں کے بعد ان کے بیٹے کاظم علی خاں نے ۷/مارچ ۱۸۲۹ کو سعد اللہ خاں جو اعظم خاں کے پرنواسہ تھے، کو مختار عام مقرر کیا۔ اعظم خاں نے تارک الدنیا ہونے کے بعد دہلی کی سکونت ترک کر دی اور بریلی کے محلہ معماران کو اپنا جائے مسکن بنایا جس جگہ آپنے قیام کیا "شہزادہ کا تکیہ" کے نام سے مشہور ہوا۔ آپ اسی تکیہ کے گوشہ میں مدفون ہوئے۔ "تذکرہ جمیل" کے مصنف اعظم خاں کے بارے میں لکھتے ہیں:-

> اعظم خاں نے منصب وزارت سے سبکدوش ہو کر زہد و ریاضت کی وادی میں قدم رکھا اور ملک کو چھوڑ کر مالک الملک کو اپنانے کی ادہمی اور سمدانی مثال ایک بار پھر پیش کی اور حکومت کی کرسی سے الگ ہو کر محلہ معماران بریلی کے قبرستان کو اپنا مسکن بنایا۔"

مولانا حافظ کاظم علی خاں:- سلطنت مغلیہ کا زوال

شروع ہوا جسکی وجہ سے حافظ کاظم علیخاں صاحب سلطنت اودھ سے وابستہ ہو گئے فرض منصبی کی ادائگی کی اور عظیم کارہائے نمایاں انجام دئے جس کے صلہ میں آپکو سلطنت اودھ سے بدایوں کا نظم و نسق سپرد کیا گیا۔ دو سو سواروں کی بٹالین آپ کی خدمت میں رہتی تھی۔ آٹھ گاؤں آپ کو ملے تھے جن میں سے دو گاؤں آپنے اپنے متعلقین کو عطا کر دئے تھے بقیہ مندرجہ ذیل ۶ گاؤں آپ کی جاگیر میں رہے:-

(۱) اسبیت (۲) نہٹور (۳) نقی پور (۴) کرتولی (۵) مرزاپور (۶) نگلاڈ

یہ گاؤں معافی و دوامی تھے اور نسلاً بعد نسلاً آپکے خاندان کے پاس رہے۔ قانون خاتمہ زمیں داری ۱۹۵۲ء کے نفاذ کے بعد ضبط کئے گئے۔ سیر کاشت مذکورہ بالا اب بھی آپکے ورثا کے پاس موجود ہے۔

مولانا کاظم علی خاں دیندار صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت تھے۔ آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کے پیر طریقت حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کے استاز حضرت شاہ نورالحق فرنگی محلی سے سلسلہ رزاقیہ میں بیعت تھے اور آپ کو اپنے پیر مرشد سے اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔ آپ بڑے عاشق رسول تھے۔ ۱۲ ربیع الاول شریف کو میلاد شریف بڑے تزک و احتشام سے منعقد کرتے تھے۔ یہ سلسلہ آج بھی آپکی نسل میں برقرار ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی لکھتے ہیں:-

> حضرت مولانا کاظم علی خاں ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو محفل میلاد مبارکہ بڑے التزام سے منعقد کرتے تھے۔ الحمد للہ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔!

مولانا کاظم علی خاں کی زوجہ اولیٰ سے دو فرزند امام العلماء مولانا رضا

علی خاں اور حکیم تقی علی خاں تھے اور ایک دختر زینت بیگم عرف موتی بیگم تھیں زوجہ ثانیہ سے تین دختران بدر النساء، صدر النساء اور قمر النساء تھیں زوجہ ثالثہ حرم کا نام سلونی بیگم تھا۔ جن کے بطن سے جعفر علی خاں پیدا ہوئے جو لاولد فوت ہوئے۔ حافظ کاظم علی خاں کی نسل آپ کے دونوں فرزندوں سے چلی۔ زینت بیگم عرف موتی بیگم کی شادی بندے علی خاں سے ہوئی تھی۔ حیات اعلیٰ حضرت کے مصنف مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کا یہ قول کہ ان کی شادی خان محمد حیات خاں سے ہوئی تھی اور یہ یوسف زئی تھے!! تسامح پر مبنی ہے ۱۹؍ مئی ۱۸۸۳ء کوورثا کے درمیان تقسیم جائیداد عمل میں آئی۔ تقسیم نامہ میں زینت بیگم عرف موتی بیگم کے شوہر کا نام بندے علی خاں درج ہے اس تقسیم نامے پر بندے علی خاں کے دستخط اور مہر ہے اور موتی بیگم کے کار مختار کی حیثیت سے کوچک علی خاں کے دستخط ہیں۔ کوچک علی خاں موتی بیگم کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ ایک اور دستاویز ۱۷؍ مارچ ۱۸۳۹ کا بیعنامہ ہے۔ یہ بیعنامہ موتی بیگم نے اپنے بیٹے کوچک علی خاں ولد بندے علی خاں کی بیوی بیگم جان کے حق میں موضع اسہیت و موضع کرتولی کی جائیداد بیع کی ہے۔ اس بیعنامہ کی سطر اول اس طرح ہے:-

> ''من کہ مسماۃ موتی بیگم بنت محمد کاظم علی خاں زوجہ بندے علی خاں مرحوم ساکن شہر بریلی'' ۱۲؎

یہ بیعنامہ فارسی میں ہے اس بیعنامہ پر کچھ اور لوگوں کے علاوہ مولانا رضا علی خاں کے بھی دستخط ہیں۔ موتی بیگم کے دو فرزند نعمت علی خاں عرف بزرگ علی خاں و کوچک علی خاں تھے۔ نعمت علی خاں کے بیٹے حاجی وارث علی خاں سے مولانا نقی علی خاں کی دختر حجاب بیگم کا عقد ہوا تھا۔

امام العلما مولانا رضا علی خاں:- حافظ کاظم علی خاں کے فرزند اکبر مولانا رضا علی خاں تھے۔ آپکی ولادت بریلی میں ۱۲۲۴ھ میں ہوئی اور بعمر باسٹھ سال ۶؍جمادی الاول ۱۲۸۶ھ کو وصال ہوا[۱۳] نزد سٹی اسٹیشن بریلی واقع قبرستان بہار پیور رسول لائن آپکی آخری آرامگاہ ہے۔ آپنے جملہ علوم وفنون کی تکمیل ۱۲۴۷ھ میں حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب رامپوری ابن ملا عرفان ولایتی رامپوری سے رامپور اور ٹونک میں حاصل کی۔ تذکرہ علمائے اہل سنت میں آپکی سن ولادت ۱۲۶۴ھ لکھی ہے جو غلط ہے[۱۴]

فقہ میں آپکو دسترس خاص حاصل تھا روہیلہ دور کے شاہی خاندان کے آخری چشم و چراغ مفتی محمد عیوض صاحب کی ۱۸۱۶ء میں انگریزوں سے شکست کھانے کے بعد مسند افتاء خالی تھی۔ ۱۸۱۶ء میں مفتی محمد عیوض بریلی سے ٹونک تشریف لے گئے اور ۱۸۱۸ء میں وہیں فوت ہوئے۔ ایسے نازک دور میں امام العلماء مولانا رضا علی خاں نے مسند افتا کو رونق بخشی آپ اپنے دور میں مرجع فتویٰ تھے آپکی تقریر انتہائی پر اثر ہوتی تھی۔ محفل خوف خدا سے آہ و بکا کر اٹھتی تھی۔ انتہائی منکسر المزاج تھے۔ دنیا سے استغنا آپ کا شیوہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عشقِ رسول سے نوازا تھا اس لئے آپ ناموس رسالت کے دشمنوں سے متنفر رہتے تھے۔

امام العلماء کو اجازت و خلافت اور سندِ حدیث مولانا خلیل الرحمٰن سے اور ان کو فاضل محمد سنڈیلوی سے اور ان کو ملک العلماء ابو العیاش محمد عبد العلی لکھنوی سے تھی[۱۵]

امام العلماء نے جمعہ اور عیدین کے لئے عربی زبان میں خطبات تصنیف کئے جس کو آپ کے شاگرد و مرید مولوی محمد حسن علمی نے ترتیب دیکر

"خطبات علمی" کے نام سے شائع کیا یہ خطبات آج بھی برصغیر (ہند و پاک و بنگلہ دیش) میں جمعہ اور عیدین کو پڑھے جاتے ہیں۔ خطبات میں اردو کے منظوم خطبات مولانا محمد حسن علمی کے ہیں اس لئے خطبات علمی پر محمد حسن علمی کا نام بحیثیت مؤلف لکھا ہے۔

امام العلماء جید عالم باعمل اور معروف مفتی وقت ہونے کے ساتھ ساتھ جلیل القدر مجاہد آزادی بھی تھے آپ تمام عمر انگریز سامراجیت کے خلاف برسر پیکار رہے آپ جنگ آزادی کے عظیم رہنما تھے آپ کے مجاہدانہ مزاج اور کارناموں نے انگریز سامراجیت کی راتوں کی نیند اور دن کا چین حرام کر دیا تھا۔ آپ نے جنگ ازادی میں عملاً خود بھی حصہ لیا اور اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ عوام اور بالخصوص مسلمانوں کے جذبہ حریت کو بیدار کیا۔ امام العلما کی مجاہدانہ سرگرمیوں سے تنگ آکر انگریزوں نے آپ کا سر قلم کرنے پر انعام رکھ دیا تھا مگر باوجود کوشش کے جنرل ہڈسن نہ تو آپ کو قتل کرا سکا اور نہ ہی گرفتار کرا سکا۔ جب بھی انگریز سپاہی آپ کو تلاش کرتے آپ مسجد میں مشغول عبادت ہوتے مگر اللہ تعالیٰ انگریز سپاہیوں کو اندھا کر دیتا۔ امام العلما کبھی انگریز سپاہیوں کو نظر نہ آئے۔

رئیس الاتقیاء مفتی نقی علی خاں

امام العلماء حضرت مولانا رضا علی خاں کے فرزند رئیس الاتقیاء مولانا مفتی نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت جمادی الآخر یا رجب ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۰ء کو بریلی کے محلہ ذخیرہ میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت و علم و فضل:- رئیس الاتقیاء مفتی نقی علیخاں

نے جملہ علوم و فنون کی تعلیم اپنے والد ماجد امام العلماء مولانا رضا علی خاں سے حاصل کی آپ ایام طفلی سے ہی پرہیزگار اور متقی تھے۔ کیوں کہ آپ امام العلماء کے زیر تربیت رہے جو نامور عالم اور عارف باللہ بزرگ تھے جنکی پرہیزگاری کا جوہر مولانا کو ورثہ میں ملا تھا پھر بفضل ایزدی میلان طبع بھی نیکی کی طرف تھا۔ مولانا نقی علی خاں علم و عمل کا بحر و ذخار تھے۔ آپکی ذات مرجع خلائق و علما تھی آپکی آرا و اقوال کو علمائے عصر ترجیح دیتے تھے۔ کثیر علوم میں تصنیفات مطبوعہ وغیر مطبوعہ آپ کے علم و فضل کی شاہد ہیں۔

ستے امام الاتقیاء مولانا نقی علی خاں مندرجہ ذیل علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے:-

علم قرآن	تاریخ	اخلاق	علم زائچہ
علم تفسیر	لغت	ہندسہ	علم العقائد
حدیث	ادب (مع جملہ فنون)	اسماالرجال	علم نحو
اصول حدیث	تکسیر	بدیع	علم صرف
سلوک	فلسفہ	منطق	مثنی و بیان
تصوف	سیر	ہئیات و حسنات	قرأت
مربعات	علم جفر	علم فرائض	علم توقیت
نظم عربی	نظم فارسی	نظم اردو	نثر عربی
نثر فارسی	نثر اردو	خط نسخ	خط نستعلیق
تلاوت مع تجوید	علم معانی و بیان	فقہ حنفی	فقہ جملہ مذاہب
اصول فقہ	جدل مذہب	مناظرہ ١٦ھ	

آپ مذکورہ بالا تینتالیس (۴۳) علوم و فنون کے علاوہ منطق و فلسفہ

کے بھی ماہر تھے۔ آپ کا مطالعہ انتہائی وسیع تھا آپ کے تبحر علمی کا اعتراف آپکے ہم عصر علماء نے بھی کیا۔ آپ عالم اسلام کی ان مقدس ترین شخصیتوں میں سے تھے جنہوں نے تاحیات علم و عرفان کے دریا بہائے۔ آپنے زبان و قلم کے ذریعہ اشاعت دین اور ناموس رسالت کے لئے جہاد پیہم کیا آپ کے علم و فضل کی شہادت کے لئے آپ کی تصانیف شاہد و عادل ہیں^{۱۲} عوام و خواص کی رشد و ہدایت کے لئے آپ کے چند جملے لمبی لمبی تقریروں پر بھاری ہوتے تھے۔

ایک بار امام احمد رضا فاضل بریلوی نے نہایت پیچیدہ مسئلہ کا حکم بڑی کوشش و جانفشانی سے لکھا اور اسکی تائید مع تنقیح آٹھ اوراق میں جمع کیں جب امام احمد رضا نے اپنا لکھا ہوا فتویٰ اپنے والد مفتی نقی علی خاں کے سامنے پیش کیا تو آپنے کوئی ایسا جملہ بتایا جس سے یہ اوراق ردّ ہو گئے اسطرح کے جملوں کا اثر خود امام احمد رضا کے الفاظ میں:-

"وہی جملے اب تک دل میں پڑے ہوئے ہیں اور قلب میں اب تک انکا اثر باقی ہے"[۱۳]

مولانا نقی علی خاں کے علم و فضل انکی تبحر علمی اور جامعیت کا اندازہ امام احمد رضا خاں کی اس ہدایت سے لگایا جا سکتا ہے جو آپنے اپنے شاگرد مولانا احمد اشرف کچھو چھوی کو کری تھی۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں:-

"ردِ وہابیہ اور افتاء یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے۔ ان میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ میں بھی ایک حاذق طبیب (مولانا نقی علی خاں) کے مطب میں سات سال بیٹھا ہوں۔"

اسطرح مولانا نقی علی خاں علم و عرفان کا مخزن اور رشد و ہدایت کا شاہکار نظر آتے ہیں۔ قلمی طور پر آپنے دین مبین کے لئے جو کارنامے انجام دئے وہ رہتی دنیا تک آپ کے علم و فضل کی شہادت دیتے رہیں گے۔

اخلاق و عادات:-امام الاتقیا مولانا نقی علی خاں کے اخلاق و عادات بہت عمدہ تھے۔پوری زندگی اتباع رسول اور عشق رسول میں گزری اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہ لیا۔دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے تھے۔ سلام میں سبقت کرتے تھے۔ کبھی قبلہ کی طرف پاؤں نہ کرتے اور نہ احتراماً کبھی قبلہ کی طرف تھوکتے تھے۔ غربا و مساکین اور طلباء کے ساتھ انتہائی شفقت سے پیش آتے تھے۔ علماء و طلباء کا بہت احترام کرتے تھے ان کے آنے پر بہت خوش ہوتے تھے۔ غرور و تکبر نام کو نہ تھا۔ خدا کی رضا کے لئے خدمت دین آپ کا مشغلہ تھا۔ کسی غرض یا ذاتی مفاد کا معمولی شائبہ بھی نہ تھا۔

عاشق رسول:-امام الاتقیا سچے عاشق رسول تھے۔ کیونکہ عشق رسول ہی عشق الٰہی کا ذریعہ ہے۔ عشق رسول کے بغیر بندہ عشق الٰہی سے محروم رہتا ہے۔امام الاتقیاء کو سرور دو جہاں سے سچا عشق تھا۔ مولانا کے ہر قول و عمل سے عشق رسول کی جھلک نمایاں ہے۔ آپکو حضور اکرم سے زبردست گرویدگی اور وارفتگی تھی۔ آپ تمام عمر پورے عالم کو اتباع نبوی میں ڈھالنے کی کوشش کرتے رہے۔ عوام و خواص۔ علماء و دانشور و غریب و سرمایہ دار غرض یہ کہ سب کے سامنے آپکی گفتگو کا موضوع حضور اکرم ﷺ کا عشق و محبت ہوتا اور اتباع کی تلقین ہوتی۔

ایک بار امام الاتقیا بیمار ہو گئے جسکی وجہ سے کافی نقاہت ہو گئی۔ محبوب رب العالمین نے اپنے فدائی کے جذبہ محبت کی لاج رکھی اور خواب ہی میں ایک

پیالے میں دوا عنایت فرمائی جس کے پینے سے افاقہ ہوا اور وہ جلد ہی رو بصحت ہو گئے۔ ۱۹

بیعت و خلافت:- مولانا نقی علی خاں بریلوی اپنے خلف اکبر امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور مولانا عبد القادر بدایونی کے ہمراہ ۵/ جمادی الآخر ۱۲۹۴ھ کو خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف حاضر ہوئے اور سیّدنا شاہ آل رسول قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل کیا امام احمد رضا بھی اسی مجلس میں سیّدنا آل رسول شاہ صاحب کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ اسی مجلس میں آپ نے دونوں کو خلافت و جملہ اجازت سے سرفراز فرمایا۔

اجازت سند حدیث:- امام الاتقیاء مولانا نقی علی خاں کو سندِ حدیث مندرجہ ذیل چار سلسلوں سے حاصل تھی:-

(۱) سیّدنا شاہ آل رسول مارہروی سے اور وہ اپنے مشائخ سے بیان کرتے ہیں جن میں شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی بھی ہیں اور وہ اپنے والد شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی سے ۲۰

(۲) اپنے والد امام العلماء مولانا رضا علی خاں سے وہ مولانا خلیل الرحمٰن محمود آبادی سے وہ فاضل محمد سنڈیلوی سے اور وہ ابو العیاش محمد عبد العلی سے ۲۱

(۳) سیّد بن سیّد بن زینی دحلان مکّی سے اور وہ شیخ عثمان دمیاطی سے ۲۲

(۴) مولانا نقی علی خاں کو شیخ محقق عبد الحق دہلوی کی طرف سے بھی حدیث مسلسل بالاولیّت کی سند حاصل تھی ۲۳

حج و زیارت:- مولانا نقی علی خاں بریلوی ۲۶/ شوال ۱۲۹۵ھ کو حج و زیارت کے لئے روانہ ہوئے یہ وہ دور تھا کہ آپ شدّت سے علیل تھے اور ضعف انتہا کو تھا۔ اس سلسلہ میں امام احمد رضا فرماتے ہیں:-

عزم زیارت و حج مصمم فرمایا یہ غلام (امام احمد رضا) اور چند اصحاب و خدام ہمراہ رکاب تھے ہر چند احباب نے عرض کیا کہ علالت کی یہ حالت ہے آئندہ سال پر ملتوی فرمائیے۔ ارشاد فرمایا مدینہ طیّبہ کے قصد سے قدم دروازہ سے باہر نکالوں پھر چاہے روح اسی وقت پرواز کر جائے۔ دیکھنے والے جانتے ہیں کہ تمام مشاہد میں تندرستوں سے کسی بات میں کمی نہ فرمائی بلکہ مرض ہی خود نبی اکرم ﷺ کے ایک آبخورہ میں دوا عطا فرمانے سے کہ من رانی فقد رای الحق (رواہ احمد ایشخان عن ابی قتادۃ رضی اللّٰہ عنہ) حد منع پر نہ رہا۔" ۲۴؎

مولانا نقی علی خاں کا حج و زیارت کے سلسلہ میں مکّہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں تقریباً تین ماہ قیام رہا۔ حج میں آپ کے معلّم احمد سیونی بن محمد سیونی مکی تھے۔

فتویٰ نویسی:- تیرہویں صدی ہجری میں امام الاتقیا کے والد ماجد امام العلماء مولانا رضا علی خاں نے ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۱ء میں سرزمین بریلی پر مسند افتاء کی بنیاد رکھی اور چونتیس سال تک فتویٰ نویسی کا کام بحسن وخوبی انجام دیا۔ امام العلماء نے اپنے فرزند سعید مولانا نقی علی خاں کو خصوصی تعلیم دیکر مسند افتاء پر فائز کیا۔ مولانا نقی علی خاں نے مسند افتاء پر رونق افروز ہونے کے بعد سے ۱۲۹۷ھ تک نہ صرف فتویٰ نویسی کا گراں قدر فریضہ انجام دیا بلکہ معاصر علماو فقہا سے اپنی علمی بصیرت کا لوہا منوالیا۔ مولانا نے طویل عرصہ تک ملک و بیرون ملک سے آنے والے سوالات کے جواب انتہائی فقیہانہ بصیرت

کے ساتھ فی سبیل اللہ تحریر کئے۔ مولانا کے فتاووں کا مجموعہ تیار نہ ہو سکا اس لئے انکی فتویٰ نویسی پر سیر حاصل گفتگو نہیں کی جا سکتی لیکن مختلف علوم پر آپکی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف آپ کے علم و فضل کی شاہد ہیں۔ آپ کی آراء کو علمائے عصر سند تسلیم کرتے تھے اور اپنے فتووں پر امام الا تقیا کی تصدیق لازمی و ضروری سمجھتے تھے۔ آپ کے پاس عام طور پر فتاوے تصدیقات کے لئے آتے تھے آپ انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے اگر جوابات صحیح ہوتے دستخط کر کے مہر ثبت کر دیتے تھے اور اگر جواب غلط ہوتے تو علیحدہ کاغذ پر جواب لکھ دیتے تھے کسی کی تحریر سے تعرض نہیں کرتے تھے اس بارے میں آپ کے شاگرد مفتی حافظ بخش آنولوی لکھتے ہیں:-

> مسائل جو مہر کے واسطے آتے ہیں اگر صحیح ہوتے ہیں مہر ثبت فرماتے ہیں اور جو خلاف کتاب ہوتے ہیں جواب علیحدہ سے لکھ دیتے ہیں کسی کی تحریر سے تعرض نہیں کرتے۔ ۲۵

درس و تدریس:- مولانا نقی علی خاں ایک بلند پایا عالم اور اپنے وقت کے بے مثال فقیہہ تھے۔ آپنے تصنیف کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کی طرف بھی توجہ دی آپ کا درس مشہور تھا۔ طلباء دور دور سے آپکے پاس علم کی پیاس بجھانے آتے تھے۔ آپ بہت ذوق و شوق کے ساتے طلباء کو تعلیم دیتے تھے۔ مولانا نقی علی خاں قوم کی فلاح و بہبودگی کے لئے دینی تعلیم کو لازمی قرار دیتے تھے۔ آپنے اس مقصد کے حصول کیلئے بریلی میں "مدرسہ اہل سنت" قائم کیا۔

مدرسہ اھل سنت کا قیام:- مولانا نقی علی خاں بریلوی کے عہد تک بریلی میں مختلف علمائے کرام انفرادی طور پر دینی و مذہبی تعلیم دیتے تھے۔

جن میں مولوی ہدایت علی فاروقی بریلوی و مولوی یعقوب علی کے نام قابل ذکر ہیں۔ مولوی ہدایت علی فاروقی بریلی کے محلّہ قرولان کے ساکن تھے اور مولانا فضل حق خیر آبادی کے شاگرد تھے۔ مولوی ہدایت علی نے "مدرسہ شریعت" کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا جس میں آپ دینی تعلیم دیتے تھے۔ اکبر حسین کمبوہ کی بیوی نے بھی ایک مدرسہ قائم کیا تھا۔ وہ تنہا اس مدرسہ کے مصارف برداشت کرتی تھیں۔ بریلی میں یہ سب سے پہلا دینی مدرسہ تھا[۲۶] مدرسہ میں شہر کہنہ کے رئیس مولوی یعقوب علی نے بھی کچھ عرصہ تک درس و تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

ان مدارس کے باوجود بریلی میں ایسا کوئی مدرسہ نہیں تھا جو باقاعدہ مذہبی تعلیم دے سکتا اس لئے مولانا نقی علی خاں بریلوی نے کوٹھی رحیم داد خاں واقع محلّہ گلاب نگر بریلی میں "مدرسہ اہل سنت" کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔[۲۷] باوجود تلاش و جستجو کے قیام کی سن و تاریخ کا کوئی دستاویزی ثبوت حاصل نہیں ہو سکا۔ مدرسہ کے مصارف عوام کے مدد و تعاون سے پورے ہوتے تھے۔

مولوی احسن نانوتوی نے بھی بعد میں بریلی کے محلّہ مداری دروازی کی ایک چھوٹی سے مسجد میں "مصباح التہذیب" نام سے ایک مدرسہ ۱۸۷۲ء میں قائم کیا[۲۸]۔ "حیات اعلیٰحضرت" کے مصنف حضرت مولانا ظفر الدین بہاری نے مصباح التہذیب بریلی کا بانی مولانا نقی علی خاں کو قرار دیا ہے۔ اس تسامح کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے سبھی سوانح نگاروں نے مولانا ظفر الدین کے حوالہ سے قائم رکھا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مصباح التہذیب مولوی احسن نانوتوی نے ہی قائم کیا تھا اور مولانا نقی علی خاں نے

مدرسہ اہل سنت" قائم کیا تھا۔ مفتی نقی علی خاں بریلوی کے شاگرد رشید مفتی حافظ بخش کی مندرجہ ذیل تحریر ہمارے دعوے کی دلیل ہے۔ مفتی حافظ بخش آنولوی رقمطراز ہیں:۔

"حالانکہ بہت سے صاحب ہرگز مصباح التہذیب میں چندہ نہیں دیتے بلکہ "مدرسہ اہل سنت" میں شریک ہیں اور عمائد شہر کہنہ کا چندہ وہاں کے مدرسہ سے متعلق ہے اور بعض صاحب محض خاطرداری اہلِ شوریٰ اراکین مصباح التہذیب یا یا بوجہ ملال و خصومت معاملات دنیوی کہ فاضل بریلوی (مولانا نقی علی خاں) اور مہتمم "مدرسہ اہل سنت" سے رکھتے ہیں۔ اس طرف شریک ہیں کچھ لوگ ابھی اس حال سے واقف نہیں کہ نانوتوی صاحب نے مدرسہ بوجہ خلاف عقیدہ "مدرسہ اہل سنت سے علیحدہ کر لیا اور بعض حضرات سرے سے اختلاف عقیدہ فریقین کو اختلاف مسائل جزیہ کے قبیل سمجھتے ہیں اور فریقین کو ہم عقیدہ جانتے ہیں" ۲۹

مفتی حافظ بخش آنولوی کی مندرجہ بالا تحریر "مدرسہ اہلسنت" اور "مدرسہ مصباح التہذیب" کے چندہ سے مطعلق ہے مگر اس تحریر سے مندرجہ ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں:۔

☆ مولانا نقی علی خاں بریلوی اور مولوی احسن نانوتوی کے مابین عقیدہ کا اختلاف تھا۔

☆ مدرسہ اہلِ سنت مولانا نقی علی خاں نے قائم کیا تھا اور مصباح

التہذیب مولوی احسن نانوتوی نے قائم کیا تھا۔

☆ مدرسہ اہل سنت مدرسہ مصباح التہذیب سے قبل قائم ہوا۔

☆ اب سے تقریباً سوا سو سال قبل ذرائع ابلاغ کی کمی کی وجہ سے شہر کہنہ کے عوام نئے شہر کے حالات سے جلدی باخبر نہیں ہو پاتے تھے اس لئے شہر کہنہ کے سارے مسلمان اس بات سے واقف نہیں ہو سکے تھے کہ مولانا نقی علی خاں اور مولوی احسن نانوتوی کے درمیان عقیدہ کا اختلاف تھا اسی لئے ''مصباح التہذیب'' میں چندہ دیتے تھے۔

☆ مدرسہ مصباح التہذیب ۱۸۷۲ء میں قائم ہوا اس لئے مدرسہ اہلسنت ۱۸۷۲ء سے قبل قائم ہوا ہوگا۔

مدرسہ اہل سنت اپنے وقت کا معروف اور معیاری دینی مدرسہ تھا۔ مصباح التہذیب مدرسہ اہل سنت کے مقابلہ کا نہ تھا اس میں ابتدائی درجات کے تھوڑی تعداد میں طلباء تعلیم حاصل کرتے تھے۔ مدرسین بھی معمولی تعلیم یافتہ تھے۔ اس کا ثبوت مفتی حافظ بخش انولوی کی مندرجہ ذیل تحریر ہے:-

> نانوتوی صاحب فرمائیں کہ مصباح التہذیب میں شرح شمسیہ کی سند کوئی پڑھتا ہے یا ان کے مدرسہ اعلیٰ یہ کتابیں پڑھا سکتے ہیں! وہاں صرف چند طلباء صرف و نحو اور لڑکوں کو قرآن خوانی کے کون پڑھتا ہے۔ بتائیے مصباح التہذایب کے قیام سے مسلمانوں کو کیا فائدہ ہوا'' ۳۰

مجاھد آزادی:- مولانا نقی علی خاں بریلوی کو ملک میں انگریزی اقتدار سے سخت نفرت تھی۔ آپ نے تاحیات انگریزوں کی مخالفت کی اور انگریزی اقتدار کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ وطن عزیز کو

انگریزوں کے جبر و استبداد سے نجات دلانے کے لئے آپنے زبردست قلمی و لسانی جہاد کیا۔ اس بارے میں چنداشاہ حسینی لکھتے ہیں:-

مولانا رضا علیخاں رحمۃ اللہ علیہ انگریزوں کے خلاف لسانی و قلمی جہاد میں مشہور ہو چکے تھے انگریز مولانا کی علمی وجاہت و دبدبہ سے گھبراتا تھا۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ بھی انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف تھے۔ مولانا نقی علیخاں کا ہند کے علماء میں اونچا مقام تھا، آنگریزوں کے خلاف آپ کی عظیم قربانیاں ہیں۔ ۳۱

ملک سے انگریزوں کو نکال باہر کرنے کے لئے ہند کے علماء نے ایک جہاد کمیٹی بنائی۔ انگریزوں کے خلاف عملاً جہاد کا آغاز کرنے کے لئے جہاد کمیٹی نے جہاد کا فتویٰ صادر کیا۔ اس جہاد کمیٹی میں سر فہرست مولانا رضا علی خاں بریلوی، علامہ فضل حق خیر آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا نقی علیخاں بریلوی، مولانا احمد شاہ، مولانا سید احمد مشہدی بدایونی ثم بریلوی، جنرل بخت خاں وغیرہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ ۳۲

مولانا نقی علیخاں نے انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے مجاہدین کو مناسب مقامات پر گھوڑے پہنچاتے تھے۔ آپنے اپنی انگریزی مخالف تقریر سے مسلمانوں میں جہاد کا جوش و ولولہ پیدا کیا۔ بریلی کا جہاد کامیاب ہوا انگریزوں کو مسلمانوں نے شکست دیکر بریلی چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ ۳۳

تلامذہ:- مولانا نقی علی خاں بریلوی کے مندرجہ ذیل تلامذہ معروف زمانہ ہوئے:-

(۱) اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں (۲) مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی

(۳) مولوی برکات احمد (۴) مولانا ہدایت رسول لکھنوی (۵) مفتی حافظ احمد بخش آنولوی (۶) مولانا حشمت اللہ خاں (۷) مولوی سید امیر احمد بریلوی (۸) مولوی حکیم عبدالصمد صاحب ۳۱

"حیات اعلیٰحضرت" کے مصنف علامہ ظفرالدین بہاری نے مفتی نقی علی خاں کے خلف اصغر مولوی محمد رضا خاں کو انکے والد کے تلامذہ میں شامل کیا ہے جبکہ مولوی محمد رضا خاں اپنے والد مفتی نقی علی خاں کے وصال کے وقت صرف چار سال کے تھے ۳۲ اسطرح مولوی محمد رضا خاں کا اپنے والد کا شاگرد ہونا قطعی ثابت نہیں ہوتا حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اپنے برادر بزرگ اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں سے ہی تعلیم و تربیت حاصل کی۔

تصنیف و تالیف:۔ تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی مولانا نقی علی خاں اپنے دور میں نادر روزگار مصنف تھے اور جمعیت علوم میں بھی اپنے ہم عصر علما پر فوقیت رکھتے تھے۔ آپ کو متعدد علوم پر دسترس حاصل تھی آپنے اردو، عربی، فارسی کو اپنی گراں قدر تصنیفات سے مالا مال کیا۔ آپنے متعدد علوم و فنون اور موضوعات پر کتابیں لکھیں۔ خاص طور پر سیرت نبوی ﷺ، تعلیم و تعلم، علم معاشرت، علم تصوف وغیرہ موضوعات و مسائل پر نہایت جامع اور بلند پایہ چالیس کتابیں تصنیف کیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ۲۶؍ کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

آپکی بیشتر بیش بہا تصانیف اور دینی تحقیقات آپ کی حیات میں طبع نہ ہو سکیں اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ نے آپکو علم و فضل کی دولت کے ساتھ ساتھ استغنا کی دولت سے بھی مالا مال کیا تھا۔ جس وقت نام نہاد علما اپنے علم کو جنس تجارت بنا کر برطانوی حکام سے نذرانے وصول کر رہے تھے۔ اور دولتمندوں

سے چندہ لیکر اپنے عقائد کی ترویج و اشاعت کر رہے تھے۔اس وقت مفتی نقی علی خاں کی غیرت دینی کا یہ عالم تھا کہ آپنے خود اپنے ہم مسلک اور معتقدین رؤسا کے پاس جانا بھی منظور نہیں کیا یہی وجہ ہے کہ آپکی زیادہ تر تصانیف آپ کی حیات میں زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں۔

عقد اور اولاد:- مولانا نقی علی خاں کی شادی مرزا اسفندیار بیگ لکھنوی کی دختر حسینی خانم کے ساتھ ہوئی تھی۔مرزا اسفندیار بیگ کا آبائی مکان لکھنؤ میں تھا مگر آپنے مع اہل و عیال بریلی میں سکونت اختیار کرلی تھی آپ مسلکاً سنّی تھے۔

مولانا نقی علی خاں کی مندرجہ ذیل اولادیں یادگار تھیں:-

(۱) احمدی بیگم زوجہ غلام دستگیر عرف محمد شیر خاں، خلف محمد عمران خاں۔

(۲) اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں

(۳) مولانا حسن رضا خاں

(۴) حجاب بیگم زوجہ وارث علی خاں

(۵) مولوی محمد رضا خاں

(۶) محمدی بیگم زوجہ کفایت اللہ خاں خلف عطا اللہ خاں۔

(۱) احمدی بیگم امام احمد رضا خاں سے عمر میں بڑی تھیں آپ کا نکاح یکم ربیع الاوّل ۱۲۸۴ھ کو غلام دستگیر خاں عرف محمد شیر خاں خلف محمد عمران خاں سے ہوا تھا۔جو محلّہ جسولی بریلی کے رہنے والے تھے۔احمدی بیگم کے دو فرزند مولوی علی احمد خاں اور مولوی علی محمد خاں تھے اور ایک دختر محمودی جان تھیں جنکا عقد مولوی حشمت اللہ خاں تلمیذ مفتی نقی علیخاں سے ہوا تھا۔ مولوی حشمت اللہ خاں علیگڑھ میں ڈپٹی کلکٹر تھے۔ریٹائر ہونے کے بعد بریلی

میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ احمدی بیگم کے فرزند اکبر علی احمد خاں لاولد فوت ہوئے اور دوسرے فرزند علی محمد خاں کے صرف ایک دختر ذکیہ سلطانہ تھیں۔

(۲) مولانا نقی علی خاں کے فرزند اکبر امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی تھے۔ آپ کا نکاح شیخ فضل حسین عثمانی کی دختر ارشاد بیگم کے ہمراہ ہوا تھا۔ شیخ فضل حسین عثمانی کی زوجہ یعقوتی جان تھیں جو غلام فرید خاں کی دختر تھیں۔ غلام فرید خاں غلام دستگیر خاں کے بیٹے تھے۔ غلام دستگیر خاں شہزادہ مکرم خاں کے بیٹے تھے اور شہزادہ مکرم خاں محمد اعظم خاں کے برادر اصغر تھے۔ امام احمد رضا خاں کے دو فرزند تھے، پہلے فرزند مولانا حامد رضا خاں جو حجۃ الاسلام کے نام سے معروف ہوئے اور دوسرے فرزند محمد مصطفیٰ رضا خاں تھے جو مفتی اعظم کے نام سے مشہور ہوئے۔

امام احمد رضا خاں کی پانچ دختران تھیں (۱) مصطفائی بیگم زوجہ حاجی شاہد علیخاں دوسری دختر کنیز حسن تھیں جن کا عقد حمید اللہ خاں بن احمد اللہ خاں سے ہوا تھا جو رئیس اعظم شہر کہنہ کفایت اللہ خاں کے بیٹے تھے۔ تیسری دختر کنیز حسین کا عقد حکیم حسین رضا خاں ابن مولانا حسن رضا خاں کے ہمراہ ہوا تھا۔ کنیز حسین کا انتقال امام احمد رضا خاں کے وصال کے ۲۱/ دن بعد ہوا۔ چوتھی دختر کنیز حسنین کا عقد مولوی حسنین رضا خاں خلف مولانا حسن رضا خاں حسن کے ساتھ ہوا۔ پانچویں دختر مرتضائی بیگم کا عقد مجید اللہ خاں ابن احمد اللہ خاں ابن حاجی کفایت اللہ خاں رئیس اعظم شہر کہنہ روہلی ٹولہ کے ساتھ ہوا۔

(۳) مولانا نقی علی خاں کے فرزند اوسط مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی کی شادی اصغری بیگم دختر علیم اللہ خاں بن شاہ اعظم خاں بن معظم

خاں بن سعادت یار خاں بن شجاعت جنگ سعید اللہ خاں کے ہمراہ ہوئی۔ آپ کے تین فرزند مولانا حکیم حسین رضا خاں و مولانا حسنین رضا خاں اور مولانا فاروق رضا خاں پیدا ہوئے۔ فاروق رضا خاں لاولد فوت ہوئے۔ حکیم حسین رضا خاں نے ۲ شادیاں کیں پہلی شادی امام احمد رضا خاں کی دختر کنیز حسین اور دوسری شادی مولانا حامد رضا خاں کی دختر ام کلثوم سے ہوئی۔

(۴) حجاب بیگم زوجہ وارث علی خاں کے دو فرزند اور تین دختران تھیں فرزند اکبر واجد علیخاں تھے اور دوسرے فرزند شاہد علیخاں تھے۔

(۵) مولانا نقی علی خاں کے فرزند اصغر مولانا محمد رضا خان عرف ننھے میاں تھے۔ ابھی آپ صرف چار سال کے ہی تھے کہ والد ماجد مولانا نقی علیخاں کا وصال ہو گیا۔ آپکی پرورش اور تعلیم و تربیت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے کی۔ مولانا محمد رضا خاں کی ایک دختر فاطمہ بیگم تھیں جن کا عقد مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں سے ہوا تھا۔ مولوی محمد رضا خاں کی شادی سکینہ بیگم دختر غلام علی خاں ساکن خواجہ قطب بریلی سے ہوئی تھی۔ آپ کا وصال ۱۵ر اکتوبر ۱۹۳۹ء کو ہوا تھا اور اپنے آبائی قبرستان میں جانب شرق لب سڑک دفن کئے گئے جس پر مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں نے مقبرہ تعمیر کرایا تھا۔

(٦) مولانا نقی علی خاں کی سب سے چھوٹی دختر محمدی بیگم کا عقد کفایت اللہ خاں خلف عطا اللہ خاں سے ہوا تھا۔

شہید محبت کا سفر آخرت[۱]:- امام الاتقیاء مفتی نقی علی خاں کا خونی اسہال کے عارضہ میں ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ کو وصال ہوا اور اپنے والد ماجد امام العلماء مولوی رضا علی خاں کے پہلو میں محو استراحت ہوئے[۲] امام احمد رضا خاں بریلوی آپ کے آخری لمحات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:-

"سلخ ذیقعدہ پنج شنبہ وقت ظہر ۱۲۹۷ھ قدسیہ کو اکیاون برس پانچ ماہ کی عمر میں بعارضہ اسہال دموی شہادت پاکر شب جمعہ اپنے والد ماجد قدس سرہ کے کنار میں جگہ پائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

روز وصال نماز صبح پڑھ لی تھی اور ہنوز وقت سحر باقی تھا کہ انتقال فرمایا۔ نزع میں سب حاضرین نے دیکھا کہ آنکھیں بند کیے متواتر سلام فرماتے تھے۔ جب چند انفاس باقی رہے ہاتھوں کو اعضائے وضو پر یوں پھیرا گویا وضو فرما رہے ہیں۔ یہاں تک کہ استنشاق بھی فرمایا۔ سبحان اللہ اپنے طور پر حالت بیہوشی میں نماز ظہر بھی ادا فرما گئے جس وقت روح پر فتوح نے جدا فرمائی فقیر سرہانہ حاضر تھا۔ واللہ العظیم ایک نور ملیح اعلانیہ نظر آیا کہ سینہ سے اٹھکر برق تابندہ کی طرح چمکا اور جسطرح لمعان خورشید آئینہ میں جنبش کرتا ہے۔ یہ حالت ہو کر غائب ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی روح بدن میں نہ تھی"۔

اشاریات:-

۱. اخبار الصنادید	مولوی نجم الغنی خاں رامپوری
۲. تذکرہ جمیل	ابراہیم خوشتر
۳. تذکرہ آنند رام مخلص	-
۴. تذکرہ جمیل	ابراہیم خوشتر
۵. سیرت اعلیٰحضرت	علامہ حسنین رضا خان
۶. فیصلہ مقدمہ ۵۵/۱۸۴۵	باجلاس مولوی صدر الدین خاں آزردہ منفصلہ ۱۴ دسمبر ۱۸۴۵ء دیوانی کچہری دہلی۔

۷. تذکرہ جمیل	ابراہیم خوشتر
۸. مقدمہ تفریق کلکٹری ضلع بدایوں	بہ اجلاس سر جارج الارفنس منفصلہ ۲۰ر جولائی ۱۸۶۲ء
۹. سیرت اعلیٰحضرت	علامہ حسنین رضا خان
۱۰. فتاویٰ رضویہ جلد دوم	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں
۱۱. حیات اعلیٰ حضرت	علامہ ظفر الدین بہاری
۱۲. بیعنامہ	
۱۳. تذکرہ علمائے ہند	مولانا رحمٰن علی
۱۴. تذکرہ علمائے اہل سنت	مولانا محمود احمد قادری
۱۵. الاجازات المتینہ	امام احمد رضا
۱۶. حیات مفتی اعظم	مرزا عبد الوحید بیگ
۱۷، ۱۸. الملفوظ (حصہ اوّل)	مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں
۱۹. حیات مفتی اعظم	مرزا عبد الوحید بیگ
۲۰. بیاض قلمی امام احمد رضا	مخزونہ سید شاہ یحیٰ حسن مارہروی
۲۱، ۲۲، ۲۳. الاجازات المتینہ	امام احمد رضا
۲۴. جواہر البیان فی اسرار الارکان	مولانا نقی علی خاں (حالات مصنف از امام احمد رضا)
۲۵، ۲۶. تنبیہ الجہال	مفتی حافظ بخش آنولوی
۲۷، ۲۸. سوانح احسن نانوتوی	پروفیسر ایوب قادری
۲۹، ۳۰. تنبیہ الجہال	مفتی حافظ بخش آنولوی
۳۱. شمس التواریخ	چندہ شاہ حسینی
۳۲. مشعل راہ	عبد الحکیم اشرف
۳۳. حیات مفتی اعظم ہند	مرزا عبد الوحید بیگ
۳۴. مقدمہ ۱۸۸۴/۴۱۱	منصف شہر بریلی
۳۵. جواہر البیان فی اسرار الارکان	مولانا نقی علی خاں (تقدیم از امام احمد رضا)

منقبت

در شان حضرت امام العلماء فقیہ اجل عالم بے بدل
علامہ مفتی نقی علیخان صاحب قدس سرہٗ العزیز

از: حکیم محمد شفیع نوری

تم ہو فقیہ باصفا حضرت شاہ نقی علی
مفتی دین مصطفیٰ حضرت شاہ نقی علی

احمد رضا پسر ترا حضرت شاہ نقی علی
یہ ہے عطائے کبریاء حضرت شاہ نقی علی

لایا ہوں در پہ التجا حضرت شاہ نقی علی
کر دیجیئے مرا بھلا حضرت شاہ نقی علی

تشنہ لبی مٹایئے دریائے فیض سے شہا
کوئی تو جام ہو عطا حضرت شاہ نقی علی

غمہائے روزگار سے مرجھا گیا ہے دل مرا
بادِ بہاری دو چلا حضرت شاہ نقی علی

بحرِ حوادثات میں کشتیٔ زیست ہے شہا
چشم کرم سے دو ترا حضرت شاہ نقی علی

آپ کا میں غلام ہوں کتنا میں نیک نام ہوں

آپ کا ہوں بس آپ کا حضرت شاہ نقی علی

پاس شریعت نبی رکھتی تھی زیست آپ کی
تقوے کو تم پہ ناز تھا حضرت شاہ نقی علی

تم تھے ادیب اور خطیب عالم و فاضل جلیل
تم تھے فدائے مصطفیٰ حضرت شاہ نقی علی

مامونؔ ہو گیا ہے وہ ہر غم روزگار سے
بندہ جو آپ کا ہوا حضرت شاہ نقی علی

تقسیم نعمت خدا ہوتی ہے در سے آپ کے
در ہے تمہارا با عطا حضرت شاہ نقی علی

رنج و غم حیات میں جب بھی پکارا آپ کو
آئے مدد کو برملا حضرت شاہ نقی علی

اپنے حکیمؔ زار کی بگڑی بنایئے حضور
تم کو رضا کا واسطہ حضرت شاہ نقی علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدهٗ و نصلی و نسلم علی حبیبهٖ الکریم

-----اما بعد-----

آج کی اس بزم میں میرے مقالے کا عنوان ہے

امام المتکلمین بحیثیت جامع شریعت و طریقت

از۔ مولانا مولوی محمد حنیف خاں، پرنسپل، جامعہ نوریہ رضویہ بریلی

آج کی یہ نورانی محفل اور مبارک و مسعود مجلس امام المتکلمین خاتم المحققین سیّدنا و مولانا حضرت علامہ شاہ محمد نقی علی خاں صاحب قدس سرہٗ العزیز کی عبقری شخصیت کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے منعقد ہے۔ مجھ خاکسار کو بھی حکم ملا کہ آپ کی ذات ستودہ صفات پر کچھ لکھوں۔ جس کی تعمیل میں کچھ عرض کرنا بلاشبہہ میرے لئے سعادت مندی اور خوش بختی کی علامت ہے۔

اگرچہ حق یہ ہے کہ انکی جلیل القدر شخصیت پر کچھ تحریر کرنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔ کہ میں جو کچھ بھی لکھوں اپنی محدود معلومات سے ہی سیر قرطاس کر سکتا ہوں۔ جبکہ انکی ذات اقدس اس سے کہیں بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔

ع
این نہ بحریست کہ در کوزہ تحریر آید

امام المتکلمین خاتم المحققین حضرت علامہ مفتی نقی علیخاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا علمی مقام و مرتبہ کس قدر بلند تھا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سیدنا اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز انہیں کے خوان علم سے فیض پاکر دنیائے سنیت کے امام اور دین وملت کے مجدد اعظم کہلائے۔ اس کا تذکرہ خود امام احمد رضا نے اپنی تصانیف میں متعدد مقامات پر اس طرح فرمایا ہے:۔ لکھتے ہیں:

"آہ، آہ، ہندوستان میں میرے زمانہ ہوش میں دو بندۂ خدا تھے جن پر اصول و فروع، اور عقائد و فقہ سب میں اعتماد کلی کی اجازت تھی۔

اول اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہٗ الماجد، حاشاللہ، نہ اس لئے کہ وہ میرے والد و والی ولی نعمت تھے۔ بلکہ اس لئے کہ الحق والحق اقول: الصدق واللہ یحب الصدق، میں نے اس طبیب حاذق کا برسوں مطب پایا اور وہ دیکھا کہ عرب و عجم میں جس کا نظیر نظر نہ آیا۔ اس جناب رفیع قدس اللہ سرہٗ البدیع کو اصول حنفی سے استنباط فروع کا ملکہ حاصل تھا۔ اگرچہ کبھی اس پر حکم نہ فرماتے مگر یوں ظاہر ہوتا تھا کہ نادر و دقیق اور معضل مسئلہ پیش نہ ہوا کہ کتب متداولہ میں جسکا پتہ نہیں۔ خادم کمینہ کو مراجعت کتب و استخراج جزیہ کا حکم ہوتا۔ اور ارشاد فرماتے۔ ظاہراً حکم یوں ہونا چاہیئے جو وہ فرماتے وہی نکلتا۔ یا بعض کتب میں اسکا خلاف نکلتا تو زیادت مطالعہ نے

واضح کر دیا کہ دیگر کتب میں ترجیح اسی کو دی جو حضرت نے ارشاد فرمایا تھا۔ عجم کی حالت تو آپ ملاحظہ ہی فرماتے ہیں ۔

عرب کا حال یہ ہے کہ اس جناب قدس سرہ کا یہ ادنیٰ خوشہ چیں جو مکہ معظمہ میں اس بار حاضر ہوا۔ وہاں کے اعلم العلماء، وافقہ الفقہا سے چھ چھ گھنٹے مذاکرۂ علمیہ کی مجلس گرم رہتی۔ جب انہوں نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ فقہ حنفی کے دو حرف جانتا ہے۔ اپنے زمانے کے عہدہ افتاء کے مسائل کثیرہ جن میں وہاں کے علماء سے اختلاف پڑا یا اشتباہ رہا، اس ہیچ میرز یر پیش، فرمانا شروع کئے۔ جس مسئلہ و حکم میں اس احقر نے انکی موافقت عرض کی آثار بشاشت ان کے چہرۂ نورانی پر ظاہر ہوئے۔ اور جس کیلئے عرض کر دیا کہ فقیر کی رائے میں حکم اس کے خلاف ہے۔ سماع دلیل سے پہلے آثار حزن نمایاں ہوتے اور خیال فرمالیتے کہ ہم سے اس حکم میں لغزش واقع ہوئی۔ یہ اسی طبیب حاذق کی کفش برداری کا صدقہ ہے۔

دوم حضرت تاج الفحول محب رسول مولانا مولوی عبد القادر صاحب قادری بدایونی قدس سرہ الشریف، انکی سی وسعت نظر، قوت حفظ اور تحقیق دقیق انکے بعد کسی میں نظر نہ آئی۔ ان دونوں آفتاب و ماہتاب کے غروب کے بعد ہندوستان میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جسکی نسبت عرض کروں کہ آنکھیں بند کر کے اسکے فتوے پر عمل ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی، ج ۱۲ص ۱۳۰-۱۳۱)

ایک مقام پر فتاویٰ رضویہ کی تدوین و ترتیب اور تفصیل و تبویب کے سلسلہ میں بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"و ذلك ان سیدی و ابی، و ظل رحمة ربی ختام المحققین، و مام المدققین، ماحی الفتن، و حامی السنن، سیدنا و مولانا المولوی محمد نقی علی خان القادری البرکاتی، امطر الله تعالیٰ علی مرقدہ الکریم شأبیب رضوانه فی الحاضر والآتی، اقامنی فی الافتاء للرابع عشر من شعبان الخیر والبشر، ست و ثمانین والف مأتین، من هجرة سید الثقلین، علیه وعلی اله الصلوات من رب المشرقین، ولم تتم لی اذاذاك اربعة عشر علاما من العمر، لان ولادتی عاشر شوال ثنتین و سبعین من سنی الهجرة الاطائب الغر، مجعلت افتی، ویهدینی قدس سرہ فیما اخطی، فبعد سبع سنین ازن لی، عطر الله تعالیٰ مرقدہ النقی العلی، ان افتی واعطی ولا اعرض علیه، ولکن لم اجتری بذلك حتی قبضه الرحمن الیه، سلخ ذی القعدة عام سبع و تسعین، فلم الق بالی الی جمع ما افتیت فی تلك السنین۔" (فتاویٰ رضویہ جدید مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور جلد اول ص ۸۷-۸۸)

فتاویٰ رضویہ کی تدوین و ترتیب کا سبب یہ ہوا کہ میرے آقا و والد، سایۂ رحمت الٰہی، خاتم المحققین، امام مدققین، فتنوں کو مٹانے والے، سنتوں کی حمایت فرمانے والے ہمارے سردار و مولیٰ حضرت مولوی محمد نقی علیخاں صاحب قادری برکاتی نے (اللہ انکی مرقد انور پر ہمیشہ اپنی رضا کے مینھ برسائے) مجھے چودہ شعبان المعظم کو فتویٰ لکھنے پر مامور فرمایا جبکہ میری عمر پورے چودہ سال نہ ہوئی تھی۔ کیوں کہ میری ولادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ کو ہوئی۔ میں نے فتویٰ دینا شروع کیا اور جہاں میں غلطی کرتا حضرت قدس سرہ اصلاح فرماتے۔ اللہ عزوجل انکے مرقد پاکیزہ بلند کو معطر فرمائے۔ سات برس کے بعد مجھے اذن فرما دیا کہ اب فتویٰ لکھوں اور بغیر حضور کو سنائے سائلوں کو بھیج دیا کروں۔ مگر میں نے اس پر جرأت نہ کی یہاں تک کہ رحمٰن عزوجل نے حضرت والد کو سلخ ذی قعدہ ۱۲۹۷ھ میں اپنے پاس بلالیا۔

ایک مقام پر آپ نے مقام والاشان، علو علم و عرفان، اوصاف حمیدہ، خصائل رفیعہ، شمائل بدیعہ اور مناصب جلیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی عجز و نیاز مندی کا اظہار اور ولی نعمت کے انعام کا اعتراف ان الفاظ میں فرمایا:-

ہاں، ہاں، یہ کفش برادریٔ خدام درگاہ فضائل پناہ اعلیٰ حضرت،

عظیم البرکت، اعلم العلماء الربانیین، افضل الفضلاء الحقانیین حامی السنن السنیہ، ماحی الفتن الدنیہ، بقیة السلف المصلحین، حجة الخلف المفلحین، آیة من آیات رب العالمین، معجزة من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالی

علیہ و علیہم و بارک وسلم اجمعین، ذی التسنیفات الرائفہ و التحقیقات الفائقہ و التدقیقات السائقہ تاج المحققین سراج المدققین اکمل الفقہاء المحدثین، حضرت سیدنا الواجد، امجد الاماجد، اطیب الاطاتب مولانا مولوی محمد نقی علی خان صاحب محمدی، سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس اللہ سرہٗ عمم برہ وتمم نورہ واعظم اجرہ واکرم نزلہ وانعم منزلہ وآحر منا سعدہ ولم یفت،نا بعدہ، ہے۔
(فتاوی رضویہ جدید، رضا اکیڈمی بمبئی جلد ۵ ص ۱۶۴-۱۶۵)

یوں تو آپکے دور میں علماء کرام کی بہت بڑی جماعت ھندوستان کے مختلف گوشوں میں خدمت دین متین میں مصروف عمل اور اعدائے دین سے نبرد آزما تھی۔ لیکن رب کریم نے اپنی حکمت بالغہ سے آپکو کچھ ایسی خصوصیات سے نوازا تھا جنکی بدولت آپ اپنے اقران اور ہم عصر علماء میں ممتاز نظر آتے ہیں۔

مولانا رحمٰن علی لکھتے ہیں:-

مولوی نقی علی خاں بریلوی ذہن ثاقب ورائے صایب داشت، خالق تعالٰی وے را بعقل معاش و معاد ممتاز اقران آفریدہ بود، علاوہ شجاعت جبلی بصفت سخاوت و تواضع و استغناء موصوف بود، و عمر گرانمایہ خود باشاعت سنت وازالۂ بدعت بسر بردہ، اعلان مناظرہ دینی مسمی بنام تاریخی (اصلاح ذات بین) [۱۲۹۳] بتاریخ بست و ششم شعبان سال دوازدہ صد و نود و سہ ہجری شائع

فرمودہ، و در مسئلہ امتناع مماثلت رسول اکرم ﷺ سعی موفورہ بکار بردہ کہ رسالۂ تنبیہ الجہال بآن خبر می دید۔ (تذکرہ علمائے ہند مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ص ۲۴۴)

سیّدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اس مضمون کی وضاحت و ترجمہ کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:-

جو دقت انظار و حدت افکار، فہم صائب و رائے ثاقب حضرت حق جل مجدہ نے انہیں عطا فرمائی ان دیار و امصار میں انکی نظیر نظر نہ آئی۔ فراست صادقہ کی یہ حالت تھی کہ جس معاملہ میں جو کچھ فرمایا وہی ظہور میں آیا۔ عقل معاش و معاد دونوں کا بروجہ کمال اجتماع بہت کم سنا یہاں آنکھوں دیکھا۔ علاوہ بریں سخاوت و شجاعت، علو ہمت و کرم و مروت، صدقات خفیہ و مبرات جلیلہ، بلندی اقبال و دبدبہ و جلال، موالات فقراء و امر دینی میں عدم مبالات باغنیاء، حکام سے عزلت، رزق مورث پر قناعت، وغیر ذلک فضائل جلیلہ و خصائل جمیلہ کا حال وہی کچھ جانتا ہے جس نے اس جناب کی برکت صحبت سے شرف پایا ہے۔

ع این نہ بحریست کہ در کوزۂ تحریر آید

مگر سب سے بڑھکر یہ ہے کہ اس ذات گرامی صفات کو خالق عزوجل نے حضرت سلطان رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی غلامی و خدمت اور حضور اقدس کے اعداء پر غلظت و شدت کے لئے بنایا تھا۔ بحمدہ اللہ تعالیٰ انکے بازوئے ہمت و طنطنۂ صولت نے اس شہر کو فتنہ مخالفین سے یکسر پاک کر دیا۔ کوئی اتنا نہ رہا کہ سر اٹھائے یا آنکھ ملائے۔ یہاں تک کہ ۲۶؍ شعبان المعظم ۱۲۹۳ھ کو مناظرۂ دینی کا عام اعلان مسمّی بنام تاریخی (اصلاح ذات بین ۱۲۹۳) طبع کرایا۔

اور سوا مہر سکوت یا عار فرار و غوغائے جہاں و عجز و اضطراب کے کچھ جواب نہ پایا۔ فتنہ ششں مثل کا شعلہ کہ مدت سے سر بفلک کشیدہ تھا اور تمام اقطار ھند میں اہل علم اس کے اطفاء پر عرق ریزو گردیدہ، اس جناب کی ادنیٰ توجہ میں بحمد اللہ سارے ہندوستان سے ایسا فرو ہوا کہ جب سے کان ٹھنڈے ہیں۔ اہل فتنہ کا بازار سرد ہے۔ خود انکے نام سے جلتے ہیں۔ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خدمت روز ازل سے اس جناب کے لئے ودیعت تھی جسکی قدرے تفصیل رسالہ "تنبیہ الجہال" میں مطبوع ہوئی۔

و ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔ (مختصر حالات مصنف مشمولہ جواہر البیان۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ص ۶-۷)

خداوند کریم نے ان تمام خدمات جلیلہ اور اشاعت علوم دینیہ کیلئے پیدا فرمایا تو روز اول ہی سے انکے لئے وسائل بھی ایسے پیدا فرمادیئے کہ دنیوی علائق و موانع انکی راہ میں حائل نہ ہوسکے۔ بلکہ وہ اپنی دنیا میں بادشاہ تھے۔ کسی کی کاسہ لیسی اور کسی در کی گدائی انہوں نے کبھی نہ سیکھی۔ بے لوث خدمت دین حق اور خدمت خلق انکا طرۂ امتیاز رہا۔ پوری زندگی تعلیم و تعلم اور تبلیغ اسلام میں بسر فرمائی۔

شہزادۂ استاذ زمن، برادر زادۂ امام احمد رضا حضرت علامہ شاہ محمد حسنین رضا خانصاحب علیہم الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں:-

"مولانا نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار شہر کے رؤسا میں تھا۔ اور ہندوستان کے بڑے علماء میں گنے جاتے تھے۔ ان کا اس دنیا میں سب سے بڑا شاہکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ جیسے جلیل القدر فاضل کی تعلیم و تربیت ہے جو صدیوں انکا نام نامی

زندہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔

مولانا نقی علی خانصاحب اپنے وقت میں مرجع فتاوی تھے۔ مگر اعلیٰ حضرت نے انکو اپنی کمسنی میں ہی فتوئ نویسی سے سبکدوش کر دیا تھا۔ اب وقت آیا تھا کہ وہ اپنے باغ کی بہار دیکھتے کہ اسی دوران ان پر سحر ہوا۔ مگر انکی روحانی قوت کی وجہ سے ان پر اثر کم ہوا۔ پھر سحر ہوا تو کچھ اثر ہوا۔ غرضکہ سحر اور انکی روحانی قوت میں مسلسل چار سال تک رسہ کشی ہوتی رہی۔ اسی دور میں وہ بیعت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ اسی حالت میں انہوں نے حج بیت اللہ کیا اور مدینہ طیبہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ مارہرہ شریف اور حاضری حرمین طیبین کے دونوں سفروں میں اعلیٰ حضرت قبلہ انکے ساتھ رہے۔ وہ اپنے فرائض واجبات سے سبکدوش ہوکر بتاریخ آخری ذی قعدہ ۱۲۹۷ھ میں حاضر دربار رب العزت ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس گھرانے کے شاہی خاندان کے ہونے کی بعض نشانیاں تھوڑی یا بہت بفضلہٖ تعالیٰ اب تک باقی ہیں۔ اس خاندان کی غیر معمولی ذھانت اور عالی دماغی، خودداری اور سیر چشمی، جرآت وبہادری، صبر استقلال، بے لوث خدمت خلق، عام ہمدردی، سب اوصاف میں رب العزت نے ابتک اس خاندان کو کسی قدر ممتاز ہی رکھا ہے۔ یہ ہی فرمانروائی و جہانداری کی نشانیاں ہوتی ہیں۔ (سیرت اعلیٰ حضرت مطبوعہ شرکت رضویہ لمیٹڈ بریلی شریف ص ۴۲-۴۳)

دوسری جگہ تحریری فرماتے ہیں:-

"اعلیٰ حضرت کے والد ماجد مولانا نقی علی خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ سات گاؤں کے زمیندار معافی دار مشہور تھے۔ انہیں ہر قسم کی آسانیاں فراہم تھیں۔ وہ بڑیچ قبیلہ کے پٹھان تھے۔ وہ

سارے روہیل کھنڈ کے واحد مفتی تھے۔ رؤسا شہر میں ان کا شمار تھا۔ انکے والد ماجد مولانا رضا علیخاں صاحب سے اہل شہر کو والہانہ عقیدت تھی۔ وہ مادرزاد ولی مشہور تھے۔ وہی اس خاندان میں دینی دولت لائے۔ (سیرت اعلیٰ حضرت مطبوعہ شرکت رضویہ لمیٹڈ بریلی شریف ص ۴۴-۵۲)

مولانا نقی علی خاں اپنے خاندان اور احباب میں سلطان عقل مشہور تھے۔ اعلیٰ حضرت کی والدہ وزیر عقل کہلائیں۔ (سیرت اعلیٰ حضرت مطبوعہ شرکت رضویہ لمیٹڈ بریلی شریف ص ۵۲)

ان تمام شواہد کی روشنی میں اس بات کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ رب کریم نے اپنے فضل خاص سے آپ کو خوب نوازا تھا۔ اور آپ اپنی گوناگوں صلاحیتوں کے ذریعہ مدۃ العمر شہنشاہ بطحا کی عظمتوں کا پہرہ دیتے رہے۔

رب العزیز جل مجدہ نے اپنی قدرت کاملہ سے آپکو علوم و معارف کا بحر ذخار بنایا تھا جس پر انکی تصانیف شاہد عدل ہیں۔ اس مختصر مقالہ میں ان سب کا تعارف ممکن نہیں۔ پھر بھی مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے پیش نظر مشتے نمونہ از خروارے، کے طور پر چند تصانیف سے آپکی دینی بصیرت، دقت نظر، وسعت مطالعہ اور علمی تبحر کی کچھ مثالیں ھدیہ سامعین ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ آپکی ایک تصنیف کا نام ہے:-

(۱) اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد۔

اس کتاب کے بارے میں سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں:-

اس کتاب میں وہ قواعد ایضاح واثبات فرائے جنکے بعد نہیں مگر سنت کو

قوت، اور بدعت نجدیہ کو موت حسرت۔ (مختصر حالات مصنف مشمولہ جواہر البیان۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ص ۸)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس عظیم و جلیل کتاب میں حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے ان قواعد و اصول کی وضاحت فرمائی ہے جو ہم اہلسنت اور وہابیہ نجدیہ دیوبندیہ وغیر مقلدین کے درمیان زمانہ دراز سے محل نزاع ہیں۔ آپ نے اس طرح کے بیس قواعد تحریر فرمائے ہیں اور ہر قاعدہ کو خوب شرح و بسط کے ساتھ تحریر فرما کر ایسی تحقیق انیق فرمائی ہے کہ مزید چون چرا کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ منصف مزاج غیر جانبدار شخص اگر ان اصول کا سنجیدگی سے مطالعہ کرے تو بلا شبہ وہ حضرت اقدس مصنف علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں داد و تحسین پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ نیز ان قواعد کو تسلیم کر لینے کے بعد عصر حاضر کے سیکڑوں دینی و شرعی مسائل میں موجود نزاع خود بخود مرتفع ہو جائیں گے۔

قاعدہ ۱ میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ الفاظ شرعیہ سے حتی الامکان انکے معانی حقیقیہ مراد ہوتے ہیں۔

اسکے تحت چار فائدے تحریر فرمائے:-

فائدہ اولی، معنئ الٰہ کی تحقیق میں۔

فائدہ ثانیہ، معنی عبادت کی تحقیق میں۔

فائدہ ثالثہ، معنی شرک کی تحقیق میں۔

فائدہ رابعہ، معنی بدعت کی تحقیق میں۔

فائدۂ اولی اور چاروں فائدوں کی تحقیق و وضاحت میں آپ نے تقریباً ۸۰ر کتابوں کے حوالے پیش فرمائے جو بلا شبہ آپکے تبحر علمی اور وسعت مطالعہ کا بین ثبوت ہیں۔

اس قاعدہ کے تحت فائدہ رابعہ میں آپ نے بدعت کی نہایت نفیس تحقیق فرمائی ہے جو شایان مطالعہ ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں۔

بالجملہ مجرد عدم فعل خواہ عدم نقل حضور سے نہ ثبت کراہت و حرمت، اور نہ تحدید زمانی اس میں معتبر، اور نہ فقدان کسی فعل کا ازمنۂ ثلثہ میں اسکی ضلالت و بدعت سئیہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور استدلال اکابر فرقۂ وہابیہ اس بات پر کہ جو امر قرون ثلثہ یعنی عہد سید المرسلین و زمانۂ صحابہ و تابعین میں نہ پایا جائے بدعت و ضلالت ہے۔ حدیث خیر امتی سے محض بے جا ہے۔ (اصول الرشاد عکس مطبوعہ صبح صادق سیتاپور ص ۲۳)

اسکے بعد اپنے دعویٰ پر چند دلائل پیش فرمائے۔ جنکی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ صرف ایک دلیل ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث کا فرمان کہ "تابعین کا زمانہ بہتر ہے، اس کا یہ مطلب بیان کرنا کہ صرف اہل زمانہ کے اعتبار سے اس میں خوبی پائی جاتی ہے درست نہیں۔ بلکہ الفاظ حدیث تو اس معنی کی صراحت کر رہے ہیں کہ تابعین کا زمانہ عہد نبوت سے قریب ہونے کے سبب بہتر ہے۔ اور صحابہ کرام کا زمانہ عہد رسالت سے قریب تر ہونے کے سبب ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ زمانے فی نفسہ بہتر تو تمام افعال و اشخاص بہتر ہیں۔ یا اپنی ذات کے اعتبار سے بہتر، تو بعد کے تمام زمانے شر و فساد سے بھرے ہیں اور ان زمانوں میں ایجاد ہونے والے تمام کام سراسر ناجائز اور خلاف شرع ہیں۔ بلکہ خوبی و اچھائی کا مدار خود افعال کی خیر و خوبی پر ہے۔ جمع قرآن کے موقع پر صحابہ کرام نے اسی پر اتفاق فرمایا۔

قاعدہ ۲ میں فرماتے ہیں "چند افعال نیک کا مجموعہ نیک ہی رہتا ہے، دلائل عقلیہ کی روشنی میں نہایت عمدہ بحث ہے جو آپ نے اپنے دعوی کے

اثبات میں تحریر کی۔ اور پھر سات کتابوں کی سند سے مخالفین کے لئے مسکت جواب ہے۔ اس قاعدہ کی رو سے فاتحہ اور سوئم وغیرہا۔ امور متنازعہ کا جواز اظہر من الشمس وا بین من الا مس ہو جاتا ہے۔

قاعدہ ۳ میں مشہور قاعدہ بیان فرمایا کہ ''اصل اشیاء میں رباحت ہے۔ تقریباً ۳۵ ر کتابوں سے حولہ دیکر یہ واضح فرمایا کہ اصل کلی زمانۂ قدیم سے معمول بہ ہے اور قرآن وحدیث سے ثابت۔

قاعدہ ۴ میں فرمایا'' قرآن و حدیث کے عموم واطلاق سے استدلال عہد صحابہ کرام سے بلا نکیر جاری ہے۔
اسی قاعدہ کو ۲۵ ر سے زیادہ کتابوں سے ثابت فرماکر حق تحقیق ادا کر دیا۔

قاعدہ ۵ میں فرمایا''فعل قبیح سے مقارنت کے سبب فعل حسن ہر جگہ قبیح نہیں ہو جاتا، در مختار اور بحر الرائق سے اسکی نظریں پیش فرماکر منکرین کی ذہن دوزی فرمائی۔

قاعدہ ۶ کفار و مبتدعین سے افعال میں مشابہت ہر جگہ حرام و کفر نہیں۔ اسکے لئے چند شرائط ہیں۔
اسکی وضاحت کیلیۓ آپ نے متعدد کتابوں کے حوالے دیکر فرمایا کہ احادیث مشابہت سے تشبہ کفار مطلق ممنوع ٹھہرانا اقوال علماء کے سراسر خلاف ہے۔

قاعدہ ۷ کسی باعظمت شئی کی طرف نسبت سے زمان و مکان بھی عظیم ہو جاتے ہیں۔ قرآن و حدیث سے استدلال فرماکر اس اصل کی خوب وضاحت فرمائی جو بلا شبہ مخالفین کیلیۓ تازیانۂ عبرت ہے۔

قاعدہ ۸ جوبات اہل اسلام میں بلا نکیر رائج ہو وہ محمود حسن ہوتی ہے۔

اس طرح آپ نے بیس اصول بیان فرما کر مخالفین کے اختراعی اور خود ساختہ قواعد کی دھجیاں اڑادی ہیں۔ اور منکرین کیلئے مجال دم زدن نہیں چھوڑی، پھر بھی کوئی شخص اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو یہ اسکی شومی قسمت کا نتیجہ ہوگا۔

پوری کتاب اصول شریعت کا بحر ذخار ہے جسکے ذریعہ ہزارہا اختلافی مسائل کی گتھیاں سلجھائی جا سکتی ہیں۔ لیکن نگاہ انصاف اور قلب سلیم کی ضرورت ہے۔ یہ کتاب مصنف علیہ الرحمۃ والرضوان کے تبحر علمی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

ساتھ ہی آپکی ایک ایسی تصنیف کا تعارف بھی ملاحظہ فرمائیں جو مسائل شریعت کے ساتھ اسرار شریعت پر مشتمل ہے۔ گویا یہ کتاب شریعت و طریقت کا حسین سنگم ہے۔ رموز شریعت کو نہایت حسن وخوبی کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔ کتاب کا نام ہے۔

۲. جواہر البیان فی اسرار الارکان

اسکی خوبیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

ع ذوق ایں مے نشناسی بخدا تانہ چشی

امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:۔

"فقیر غفرلہ القدیر نے صرف اسکے ڈھائی صفحوں کی شرح میں ایک رسالہ مسمی بہ "زواہر الجنان من جواھر البیان" ملقب بنام تاریخی "سلطنت

المصطفیٰ فی ملکوت کل الوری'' تالیف کیا۔(مختصر حالات مصنف مشمولہ جواہر البیان، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ص ۸)

اس کتاب مستطاب میں ایک مقدمہ اور چار ابواب ہیں۔ مقدمہ میں عبادت کی عظمت واہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے آخر میں عبادت پر مرتب ہونے والے پچاس عظیم و جلیل فوائد ذکر فرمائے جو سب قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں۔

کسی کتاب کا مقدمہ اسکے مضامین میں رغبت وانہماک کی دعوت دینا اور اس میں بیان ہونے والے مسائل کی من وجہ بصیرت پر دلالت کرتا ہے۔ اس چیز کی جلوۂ نمائی یہاں بدرجہ اتم موجود ہے۔

اسلام میں داخل ہونے کے بعد انسان پر علی حسب مراتب و استطاعت چار فریضے عائد ہوتے ہیں جنکو ارکان اسلام کہا جاتا ہے۔

نماز، روزہ، زکوۃ حج:-

ہر باب میں ایک رکن بیان فرمایا۔ اور مسائل شرعیہ بیان کرتے ہوئے انکے رموز واسرار اور ان میں مضمر حکمتیں نہایت لطیف پیرایہ میں بیان فرمائیں جنکو پڑھکر روح ایمان جھوم اٹھتی ہے۔

باب اوّل میں نماز کی اہمیت، فضائل، فوائد شرائط اور اوقات خمسہ کا بیان ہے۔ پھر شرائط نماز و فرضیت صلوۃ کی حکمتیں نہایت لطیف پیرائے میں بیان فرمائیں۔ مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں۔

انسان کو پانچ حال عارض ہوتے ہیں، وقت ولادت سے شباب تک زمانۂ نمود وترقی ہے۔ پھر زمانہ کہولت، پھر شیخوخت، پھر موت اور بعد موت

کے ایک عرصہ تک اس کاذکر باقی اور آثار موجود رہتے ہیں۔ مناسب انکے پانچ حال آفتاب پر کہ عمدہ آیات الٰہی سے ہے وارد ہوئے ہیں طلوع سے غایت ارتفاع تک مناسب پہلے حال انسانی کے ہے۔ قبل اسکے نماز فجر فرض ہوئی۔ اور غروب کی طرف جھکنا مشابہ کہولت کہ وقت ظہر کا ہے، اور قریب بغروب اسکا نور متغیر ہونا بڑھاپے سے مناسب، اس وقت عصر، اور غروب گویا موت ہے اس وقت مغرب، اور بعد غائب ہونے شفق کے کہ وقت فنائے کامل وزوال آثار سے مشابہ ہے۔ نماز عشاء فرض ہوئی۔ (جواہر البیان، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ص ۶۳)

ملاحظہ فرمایئے! پانچ نمازوں کی فرضیت کی حکمتیں کس حسین پیرایہ میں بیان فرمائیں۔

اسی طرح متعدد لطائف بیان فرما کر روز روشن کی طرح واضح فرمادیا کہ پنجوقتہ نمازیں انسان کے حال کے عین مطابق ہیں۔ اور بندہ واقعی وہی ہے جو رب کریم کو اپنے بدلتے ہوئے احوال میں شب وروز یاد کرتا ہے۔

پھر اسی پر کچھ منحصر نہیں بلکہ نماز کی ہر ہر ادا میں وہ حکمتیں پوشیدہ ہیں کہ بندہ انکو سنکر بے ساختہ عبادت مولیٰ کی طرف راغب اور اس میں مصروف عمل ہو جائے۔

باب دوم میں روزہ کے مسائل اور اسکے اسرار کا بیان ہے۔ قرآن و حدیث میں جن رموز واسرار کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے انکو خوب واضح فرما کر روزہ دار کیلئے تصفیۂ قلب اور تزکیۂ باطن کا سامان فراہم کردیا ہے۔

باب سوم میں زکوٰۃ کے مسائل اور اسکی حکمتوں کی عقدہ کشائی ہے۔ اس ضمن میں زکوٰۃ کے پانچ فائدے اور زکوٰۃ کی حقیقت وروح جاننے کے لئے

سات باتوں کی رعایت لازم قرار دی گئی ہے۔ ساتھ ہی مصارف زکوۃ بیان فرماتے ہوئے زکوۃ لینے والوں کو سات باتوں کالحاظ کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

باب چہارم میں حج وزیارت کا بیان ہے۔ آپ نے جب آداب سفر بیان فرمانا شروع کئے تو انکا عدد ساٹھ تک جا پہنچا جن سے امام احمد رضا قدس سرہ کی مشہور و معروف کتاب انوار البشارہ مالا مال ہے۔ آداب دعا میں مبارک عدد چالیس کی رعایت ملحوظ خاطر رکھی۔

اسرار حج بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:-

امم سابقہ نے انتہائے مرضات الٰہی کیلئے رہبانیت ایجاد کی تھی کہ اہل و عیال، مال و متاع، شہر و دیار اور یار و اغیار سے ایک قلم قطع علائق کر کے پہاڑوں اور جنگلوں میں تنہا رہنا اور لذات و شہوات سے بالکلیہ کنارہ کش ہونا اختیار کیا۔ اس امت کو رحمت الٰہی نے ان تکالیف شاقہ سے منع فرمایا اور انکے لئے برکت جماعت میں رکھی۔ چنانچہ ان سے فرمادیا گیا'لا رھبانیۃ فی الاسلام' ہمارے دین میں رہبانیت نہیں۔ مگر ہاں ہم اسکے عوض ایک ایسی سہل تدبیر بتائے دیتے ہیں جس سے نہ وہ مصیبت ہو نہ وہ تکلیف، نہ اسکی مدت دراز و طویل اور ثواب و برکات اس سے زائد حاصل ہوں۔ یعنی عمر بھر میں ایک بار اہل استطاعت پر اپنے گھر کا حج فرض کرتے ہیں اور اسے اپنی طرف اضافت کر کے شرف و عزت بخشتے ہیں۔ اسے تمہارے لئے امن و امان اور برکت و ہدایت والا مکان بناتے ہیں۔ اس کا شوق تمہارے دلوں میں ایسا ڈالتے ہیں کہ یہ چند روز قطع علائق و غربت وطن بھی تم پر باعث تکلیف و بے آرامی نہ ہو۔ بلکہ چار سمت سے اسکی طرف ایسے ٹوٹو جیسے کبوتر اپنے آشیانوں کی طرف، اور اسکے شوق میں ایسے بے تاب دوڑو جیسے اونٹنی اپنے بچہ کے لئے، یہ غریب الوطنی وہ مزہ

دکھانے کہ لذت وطن دل سے بھول جائے۔ پھر جب نئی نئی سیریں اور ہماری عجائب قدرت وغرائب صنعت سے خط اٹھاتے اس تک پہونچو تو اگلی امتوں کی طرح نہ وہ بیابان لق ودق ہے جس میں ٹھرنے سے دل گھبرائے۔ نہ وہ بے سرو سامانی غذا کے سوا برگہائے درخت کے کچھ ہاتھ نہ آئے، نہ وہ تنہائی کہ سینے میں دم رُکے، نہ وہ سخت بوجھ کہ اٹھ نہ سکے۔ نہ وہ درندگان صحرا کی مہیب آوازیں، نہ وہ وحشی جانوروں کی موحش صحبتیں۔

بلکہ یہاں کیا ہے؟ ایک عروس سراپا ناز، سر تا بہ قدم، حسن انداز، لباس مشکیں زیب تن، بہ ہزاراں زیور رحمت مزین، چہرہ وہ پرنور کہ آنکھیں تجلی گاہ طور بنیں، جمال دل افروز کہ نگاہیں آئینہ ساں محو حیرت رہیں، دیکھے سے وہ ٹھنڈک آئے کہ پلک مارنے کو جی نہ چاہے، پروانے اس شمع خوبی کے گرد نثار ہو رہے ہیں، عشاق دل سوختہ دامنوں سے لپٹے درد جگر کھو رہے ہیں۔ کسی طرف آہ سحری کی نرم نرم نسیم غنچۂ دل کھلاتی ہے، کہیں اشک پیہم کی روانی ترشح ابر کا مزہ دکھاتی ہے، کوئی سجدہ میں گر کر آئینہ حیران بنا ہے، کوئی ملتزم سے لپٹ کر تصویر دیوار ہو گیا ہے، کوئی حطیم میں بیٹھا ہجوم شوق میں دیوانہ وار سرگرم فغاں ہے کہ ایک دم خاموش نہیں، کوئی رکن یمانی یا میزاب کے پاس ایسا مست لذت ہے کہ جان وتن کا ہوش نہیں۔

کسی کو بوسۂ سنگ اسود نے وہ مزہ دیا ہے کہ نشۂ ذوق میں چور ہے، لوگ اوپر گر پڑتے ہیں مگر منھ ہٹانا کسے منظور ہے، سبز پوشاں ملاءاعلی دامن خدمت کمر ہمت پر چست باندھے مہمانوں کی دلداری میں سرگرم ہیں، نور کے طبق سروں پر لٹائے جاتے ہیں، ہماری رضامندی کے ہار گلے میں پہنائے جاتے ہیں، جو آیا خلعت عزت پایا، جس نے سر جھکایا ہم نے مرتبۂ رفیع پر پہنچایا، چار

طرف سے لبیک، لبیک، اللّٰھم لبیک کی صدائیں ہیں، ذکر و دعا، نعت و صلوٰۃ، اور اذان و اقامت کی بلند ندائیں ہیں، لطف و کرم کی زوردار بارش ہو رہی ہے۔ گناہوں کے دفتر دھوئے جاتے ہیں۔ اشجار تمنا سر سبزی و شادابی پاتے ہیں، صحبت کیلئے اکابر علماء، و صلحاء، کھانے کیلئے تمام جہان کی لطیف و لذیذ غذا، گو یہاں کچھ نہیں ہوتا، مگر جو کہیں نہ ملے یہاں ملتا ہے۔ (جواہر البیان، مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی ص ۱۹۶)

قارئین ملاحظہ فرمائیں، الفاظ کی بندش میں کیسا نکھار ہے، مناسک حج کی ادائیگی کا نقشہ کیسا پر بہار ہے، بیان کتنا دلکش اور دیدہ زیب ہے، مضمون کی روانی کیسا حسین منظر پیش کر رہی ہے، اور بارگاہ مولیٰ میں حاضری کی ادائیں کیسی دل کو موہ لینے والی ہیں۔

آخر میں زیارت سراپا طہارت مدینہ طیبہ کا بیان ہے جسکی اہمیت خود آپ ہی کے الفاظ میں سماعت فرمایئے۔

یہ ذکر اس کا ہے جس کی یاد یادِ الٰہی سے مفارق نہیں، یہاں وہ نام پاک وردِ زبان ہوگا جو آرام جاں ہے اور زیور ایمان، جسکے بغیر مسلمانوں کو کبھی تسکین ممکن نہیں، کوئی ذکر کوئی چرچا کیسا ہی نفیس و عمدہ ہو دل مومن بعد نام خدا کے اس میں اس نام کا جویاں رنگران رہتا ہے۔ اگر اس سے خالی دیکھتا ہے۔ بجھ جاتا ہے اور مزہ کامل نہیں پاتا۔ یہ وہ نام ہے جسے خالق ارض و سماء جل جلالہ نے زمین و آسمان اور مہر و ماہ کی پیدائش سے بیس لاکھ برس پہلے اپنے نام کے ساتھ عرش بریں پر لکھا۔ حق عز مجدہٗ کو یہ ہی نام ایسا بھایا جس سے تمام عالم بالا آباد فرمایا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پتے، جنت کے ہر قصر و غرفے، اور ہفت آسمان کے تمام مواضع و اماکن کو اس سے زینت دی۔ حور عین کے سینوں اور ملائکہ مکرمین

کی آنکھوں پر اسے تحریر فرما کر صفا و روشنی بخشی، اہل ایمان کو بھی لازم کہ بعد ذکر الٰہی ہمیشہ علی الدوام یاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مصروف رہیں۔ اور کسی وقت کسی حال میں اپنے دل و زبان و قلم کو اس سے خالی نہ رکھیں۔ ایمان کے دو جز ہیں لا الٰہ الا اللّٰہ، محمد رسول اللّٰہ، اگر مباحث پیشیں لا الٰہ اللّٰہ، سے متعلق تھیں۔ یہ بحث محمد رسول اللّٰہ سے علاقہ رکھتی ہے۔ معہٰذا جس طرح حج کے بعد زیارت مدینہ طیبہ کو حاضر نہ ہونا ظلم و جفا ہے اسی طرح اس کا بیان کر کے اسے چھوڑ جانا بیجا و خطا (جواہر البیان ص ۲۰۸)

پھر اٹھارہ حدیثوں سے زیارت روضہ انور کی فضیلت و اہمیت بیان فرما کر ان لوگوں کے منہ بند کر دیئے ہیں جو اس کی اہمیت کے منکر اور اپنے انکار سے نتیجہ میں اس دولت عظمیٰ سے محروم رہتے ہیں۔

پوری کتاب اسرار شریعت و طریقت کا آئینہ اور حسین مرقع ہے۔ کما حقہ اسکی اہمیت کا اندازہ وہی لگا سکتے ہیں جنکی آنکھیں اسکے مطالعہ سے ٹھنڈی، جنکے قلوب اسکے رموز سے واقف اور جنکے دماغ اسکی عطر بیزیوں سے معطر ہیں۔

سامعین کرام یہ ہے اس عظیم ہستی کا پیغام جس نے طلب مولیٰ اور عشق رسالت میں پوری متاع زیست لٹادی۔ جس نے فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کی منزلوں کو طے کر کے بقاو دوام حاصل کیا۔ اور جو اپنا نمونۂ عمل امام عشق و محبت مجدد اعظم دین و ملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ کی شکل میں دنیا والوں کی قیادت و رہنمائی کے لئے چھوڑ گیا۔ جب تک امام احمد رضا کے علمی و دینی اور تجدیدی کارناموں کا تذکرہ باقی ہے زبان قال اور زبان حال سے ضرور انکا ذکر ہوتا رہیگا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

یہ صرف دو کتابوں کا تذکرہ تھا جن سے میرا مقصود اس عبقری شخصیت کے بارے میں یہ بتانا ہے کہ وہ بلا شبہ عالم شریعت، راز دار طریقت اور غواص بحر معرفت تھے۔ وہ اپنی ذات میں مجمع بحرین تھے اور صفات میں بحر بیکراں۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ انکی مدح میں فرماتے ہیں:-

فواللہ لم یبلغ ثنای کمالہ – ولکن عجزی خیرُ مدح لمالہ
فذالبحر لولا ان للبحر ساحلا – وذاالبدر لولا البدر یخشی مَالهُ ،

جانشین حضور مفتیٔ اعظم حضرت علامہ شاہ اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری مد ظلہ العالی ان اشعار کا ترجمہ بصورت اشعار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انکے کمال تک نہ پہنچا مرا بیان – پر بہترین مدحت ہے عجز کی زباں
ساحل اگر نہ ہو تو وہ بحر بیکراں – کھٹکا نہ ہو غروب کا تو بدر ہر زماں۔

میں نے اپنے ان چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں انکا تذکرہ اس امید پر کیا ہے کہ اچھوں کا تذکرہ انکی سنگت کا سبب ہوتا ہے اور انکی معیت بلا شبہ ذریعہ نجات اخروی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ جل و علا قبول فرمائے اور ہم سب کے لئے انکا تذکرہ باعث رحمت اور نجاتِ آخرت بنائے۔ آمین، بجاہ النبی الامین الکریم، وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و آلہ واصحابہ اجمعین۔

امام المتکلمین ہمہ گیر شخصیت

از صغیر اختر مصباحی، استاد جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مشاطہ را بگو کہ براسباب حسن یار
چیزے فزوں کند کہ تماشا بمارسید

کسی بھی انسان میں دو طرح کی خوبیاں ہوتی ہیں (۱) حقیقی خوبیاں جو اس کی ذات میں موجود ہوں (۲) اضافی خوبیاں جو اس کے متعلق میں ہوں۔ حقیقی خوبیاں دو طرح کی ہیں (۱) وہبی خوبیاں جو محض عطائے الٰہی ہی ہوں (۲) کسبی خوبیاں جنکے حصول میں اس کے کسب کو بھی دخل ہو، اسی طرح اضافی خوبیاں بھی دو طرح کی ہو سکتی ہیں (۱) اصولی اضافی جو اس کے آباؤ اجداد میں ہوں۔ (۲) فروعی اضافی جو اسکی احفاد و اولاد میں پائی جائیں۔

اگر کسی کے اندر محض اضافی و نسبتی خوبیاں ہیں تو بذات خود وہ شخص صاحب فضل و کمال نہیں، عظمت و سربلندی کیلئے حقیقی خوبیوں کا پایا جانا ضروری ہے، یہ بات الگ ہے کہ اگر کسی کے اندر حقیقی خوبیوں کے ساتھ ساتھ اضافی خوبیاں بھی پائی جاتی ہیں تو یہ سونے پر سہاگہ کا کام کرتی ہیں۔

مذکورہ بالا تشریح کی روشنی میں اگر ہم امام المتکلمین رئیس الاتقیاء

حضرت مفتی نقی علی خاں قدس سرہ العزیز کی بلند و بالا شخصیت کا جائزہ لیں تو واضح ہو جائیگا کہ آپ کے اندر یہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔

خدائے لم یزل نے آپ کو حقیقی و اضافی خوبیوں کی بہ نسبت "مجمع البحرین" بنایا۔ یہ فکر و نظر کی پختگی اور بلندی کا کرشمہ ہی تھا کہ آپ کی ستودہ صفات شخصیت نے مختلف شعبہ ہائے فضل و کمال میں اپنی مہارت و عبقریت کے ایسے ایسے نقوش ثبت کئے جنہیں گردش زمانہ مٹاتے مٹاتے بھی نہ مٹا سکی، وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، فرد نہیں پوری جماعت تھے، آپ دراصل اطاعت الٰہی، اتباع رسول، زھد وورع، تقوی و طہارت اور اخلاق و کردار کی پاکیزگی کا مجموعہ تھے۔

ولادت باسعادت :

آپ کی ولادت باسعادت ماہ جمادی الآخرہ یا رجب المرجب ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۰ء کو محلّہ ذخیرہ شہر بریلی شریف میں ہوئی، آپ نے ایام طفولیت نہایت ہی سادگی سے بسر کئے۔ تقویٰ و طہارت بچپن ہی سے آپ کے ہم قدم و ہم نفس رہا۔ شب و روز کا بیشتر حصہ علمی و دینی مشاغل میں صرف کیا، آپ نے ازابتدا تاانتہا تمام علوم و فنون اپنے والد گرامی مرتبت، مجاہد آزادی حضرت علامہ رضا علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل کئے، یہ والد گرامی کی نظر کیمیاء اثر ہی کا فیضان تھا کہ آپ کے اندر امامت و عبقریت کے ایسے عناصر پیدا ہوئے جنہوں نے آپ کو فقید المثال صاحب فضل و کمال بنایا۔

شرف بیعت و سند حدیث :

حضرت مفتی نقی علی خاں قدس سرہٗ نے ۱۲۹۴ھ میں تاجدار مارہرہ مقدسہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا آپکی خداداد

لیاقت وصلاحیت کو دیکھکر تاجدار مارہرہ نے آپ کو اسی وقت جملہ سلاسل کی اجازت اور سند حدیث وخلافت سے نوازا، ۱۲۹۵ھ میں زیارت حرمین شریفین کیلئے تشریف لے گئے، قاضی القضاۃ شیخ الحرم حضرت سید احمد زینی دحلان سے ملاقات کی سعادت حاصل کی، قاضی القضاۃ نے آپ کو علمی گفت و شنید کے بعد سند حدیث کا بیش قیمت تمغہ مرحمت فرمایا۔

دارالافتاء

حضرت مولانا رضا علی خانصاحب قدس سرہٗ نے ۱۲۴۶ھ میں سرزمین بریلی پر ایک دارالافتاء کا قیام فرمایا جو وقت کی ایک اہم ضرورت تھی اور تادم حیات مسند افتاء کو زینت بخشی اور اپنے فرزند ہنرمند کو خصوصی تربیت دیکر رموز واسرار افتاء کا بیش بہا سرمایہ بخشا اور مسند افتاء پر فائز فرمادیا، فرزند ارجمند نے بکمال وخوبی افتاء کی ذمہ داری نبھائی اور ۱۲۹۷ھ تک فتویٰ نویسی کا گرانقدر اور بیش بہا فریضہ انجام دیکر اپنے ہمعصر فضلاء و فقہاء سے اپنی اعلیٰ علمی لیاقت اور صلاحیت وبصیرت کا لوہا منوایا۔

درس وتدریس

حضرت مولانا نقی علیخاں قدس سرہٗ کی خصوصیات میں ایک شاہکار خصوصیت درس وتدریس بھی ہے، علم وفضل کی درسگاہ سے ایک خاص طرز پر تعلیم وتربیت کی طرف توجہ فرمائی اور علم وعمل کے متعدد شعبوں میں اپنی انفرادی صلاحیت استعمال کرکے کچھ مثالی خدمت انجام دیں۔

آپ کے اندر جوہر شناسی کا ایسا بیش بہا جوہر تھا کہ آپ کی دوربین نگاہیں طلبہ کی ذہانت وزیرکی، بلند خیالی و رجحان طبعی ایک ہی نظر میں تاڑلیتی

تھیں، آپ طلبا کے ساتھ ہر طرح کی شفقت، حوصلہ افزائی اور رہنمائی فرماتے رہتے، اور آپ کا جداگانہ طریقہ تعلیم طلبہ کے اندر صلاحیت و لیاقت کی روح پھونک دیتا چنانچہ یہ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی انتھک کوششوں اور منفرد انداز کی تعلیم و تربیت ہی نے ''امام احمد رضا'' کو ''امام احمد رضا'' بننے کے لئے رہنما خطوط فراہم کئے۔

آپ کے مشرب علمی سے بے شمار تشنگان علوم و فنون شاد کام ہوئے اور زمانہ کو شراب علم و معرفت کے جام پلاتے رہے چنانچہ حضرت امام احمد رضا، استاذ زمن مولانا حسن رضا، مولانا برکات احمد بریلوی، حضرت مولانا ہدایت رسول صاحب رامپوری، حضرت مفتی حافظ بخش آنولوی اور مولانا حشمت اللہ صاحب مجسٹریٹ آگرہ آپ ہی کے نخلستان علم و فضل کی فیض بخش شجر کاری کے شاہکار نمونے ہیں۔

تصنیف و تالیف

قلم کی طاقت ناقابل انکار حقیقت ہے فکر و نظر کی بالیدگی، عزم و استقلال کی بلندی، قوت عمل اور جودت طبع کی سلامتی ایک ایسے فنکار کے لئے قیمتی سرمایہ ہیں جو اپنے عہد میں کوئی فکری انقلاب برپا کرنا چاہتا ہو مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جب فکری جمود و تعطل بڑھتا ہے تو حرکت و عمل کے جذبات بھی جنم لیتے ہیں علمی زوال و انحطاط کی اوٹ میں عروج و ارتقاء کو بھی منزل مل جاتی ہے۔ جب اہل سنت و جماعت کے تصنیفی جذبہ اور قلمی شعور میں ماندگی کے آثار نمایاں ہوئے اور اہل بدعت و ضلالت یارانِ تیز گام اپنی فطرت کے عین موافق ناموس رسالت پر ناپاک حملے کرنے

میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لانے لگے تو آپ نے اپنی سیف قلم کو صیقل کیا اور صفت سیل رواں گستاخان رسالت کی قلمی مقابلہ آرائی کر کے باطل کی جملہ اوہام پرستیوں اور ریشہ دوانیوں کو زمین دوز کر دیا، مخالفین کی پیہم یلغار کا سد باب کیا اور فکر و نظر کا یہ کارواں تادم حیات جاری و ساری رہا۔

جہاں آپ نے گستاخان رسول کی دریدہ دہنیوں کا دندان شکن جواب دیا وہیں آپ نے سیرت و اخلاق، فضائل و خصائل، آداب و اطوار اور حسن معاشرت جیسے عظیم گوشوں پر مشتمل کتب کا ذخیرہ بھی فراہم کیا۔

آپ اصابت رائے کے ساتھ ساتھ تبحر علوم و فنون کی دولت سے مکمل مالامال تھے، آپ کو دینی بصارت اور مومنانہ فراست کی عظیم ترین نعمت حاصل تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ ناقابل شکست عزم و حوصلہ اور قوت ارادی کی بے پناہ طاقت کے ساتھ میدان میں اترے اور آپ نے ہمیشہ میدان جیتا۔

آپ کا قلمی سفر متحرک حیات کے دوش بدوش رواں دواں رہا، آپ کے رشحات قلم سے نکھرنے والے جواہر پارے تقریباً ۴۰ر گرانقدر کتب و رسائل میں مبسوط ہیں جو آپ کی علمی برتری پر شاہد عدل ہیں، البتہ اسے وقت کا زبردست المیہ ہی کہئے کہ صرف ۲۶ر کتب و رسائل کی فہرست دستیاب ہے جن میں سے آٹھ کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر اپنے فیوض و برکات کے گہر لٹا چکی ہیں۔

سانحۂ ارتحال

تاریخ نے وہ روح فرسا منظر بھی دیکھا جب علم و فضل کا یہ آفتاب عالم تاب اکیاون (۵۱) سال پانچ مہینے کی عمر میں سلخ ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ میں بروز

پنجشنبہ ظہر کے وقت داعیٔ اجل کو لبیک کہتا ہوا اس دار فانی سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہو گیا، چشم فلک کو رونا تھا روئی اور حسرت بھری آہ و بکا سے زمین کا کلیجہ منہ کو آ گیا۔ دنیا آنسو بہا رہی تھی لیکن جانے والا مطمئن تھا کہ اپنے پیچھے فکر و فن کا امام، علم و عمل کا پیکر، پیشوائے اہلسنت حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی جیسا رہنما اور سپہ سالار چھوڑ کر جا رہا ہے جسکے تجدیدی کارناموں نے ملت بیضا کا احیا فرمایا

یاد میری سنبھال کر رکھنا
میرا کیا؟ میں رہا، رہا نہ رہا

مولانا نقی علی خاں بریلوی کی طرز نگارش کا ہم عصر اردو نثر نگاروں سے تقابلی مطالعہ

از ڈاکٹر محمد حسن قادری، ایم. اے. (اردو، پولیٹیکل سائنس) پی. ایچ. ڈی.

اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا کے والد ماجد خاتم المحققین مفتی نقی علی خاں بریلوی عربی و فارسی کے علاوہ اردو کے زبردست عالم اور صاحب طرز انشاپرداز تھے۔ آپکی نثری تصانیف کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائیگی کہ آپنے مسلمانوں کے سینوں کو عشق رسول سے روشن کرنے کے لئے اردو نثر کا سہارا لیا اور نثر کو شرف سلامت روی بخشا۔ آپنے اپنے مقاصد و مفاہم کو واضح کرنے کے لئے موقع و محل کے اعتبار سے طرز نگارش کا استعمال کیا۔ مولانا نقی علیخاں نے اردو نثر میں دہلی یا لکھنؤ کے اسکول کے ادیبوں کی تقلید نہیں کی بلکہ آپنے اپنی راہ خود نکالی۔ اس لئے وہ اپنے ہم عصر نثر نگاروں میں منفرد و ممتاز نظر آتے ہیں۔ اپنی بات کے ثبوت میں ہم مولانا بریلوی کے ہم عصر نثر نگاروں سے مولانا کی طرز نگارش کا تقابلی جائزہ پیش کر رہے ہیں:-

رجب علی بیگ سرورؔ:

اردو نثر لکھنے والوں میں رجب علی بیگ سرورؔ نمایاں ہیں نثری روایات کے مطابق سرور نے مقفّٰی و مسجّع نثر سے اپنی انفرادیت قائم کی لیکن مولانا نقی علی خاں نے عبارت آرائی کے لئے قلم فرسائی نہیں کی۔ آپ کا اوّلین مقصد

قارئین کے مزاج اور لیاقت کے مطابق ان تک اپنی بات پہنچانا تھا۔ اسی لئے مولانا بریلوی نے اپنے ہم عصر ادیبوں سے بالکل مختلف نثر مقفی پیش کی اسی لئے آپکی نثر کے مفاہم مجروح نہیں ہوئے اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ مولانا نقی علیخاں نے نثر مقفی کی آبرو رکھ لی اور اس نظریہ کو غلط ثابت کر دیا کہ نثر مقفی اظہار مقصد کے لئے ناکافی ہے آپکی نثر نگاری کا نمونہ درج ذیل ہے:-

(الف) غزالان چیں اگر اس چشم سرگیں کو دیکھ پائیں
عمر بھر اشک حسرت آنکھوں سے بہائیں۔[1]

(ب) ماہتاب رات بھر انکے خیال میں تارے گنتا ہے
اور آفتاب سودائے محبت میں تمام دن تنکے چنتا ہے۔[2]

مندرجہ بالا دو جملے ہم قافیہ میں اور بعد کے دو جملوں میں قافیہ کے ساتھ ردیف کا بھی التزام کیا ہے۔ دہلی اور لکھنؤ اسکول کے نثر نگاروں کی عبارت نثر مقفی کو پیچیدہ بنا دیتی ہے لیکن مولانا بریلوی کے یہاں قافیہ آرائی کی پیچیدگی اور دقاقت نہیں ملتی۔ لکھنؤ اسکول کے نمائندہ ادیب رجب علی بیگ سرور کی نثر مقفی کا نمونہ دیکھئے:-

"چند عرصہ میں بہ حول قوت الٰہی وہ ہاتھ پاؤں نکالے کہ دس برس کے سن میں اس غزال چشم نے ہرن کے سینگ چیر ڈالے"[3]

سرور صاحب نے عبارت تو مقفی لکھی مگر الفاظ اتنے غیر مانوس لکھے کہ نثر کا مزہ جاتا رہا۔ معنویت بھی بے دم ہو کر رہ گئی۔ سرور صاحب اپنی عبارت میں زور و تاثیر پیدا نہیں کر سکے۔ ایسا طرز اسلوب اس دور میں عام تھا مگر مولانا نقی علی خاں کا طرز نگارش قافیہ پیمائی میں زور و تاثیر ختم نہیں کرتا۔

رجب علی بیگ سرور نے سلیس رنگین نثر بھی استعمال کی مگر مولانا

نقی علی خاں اور سرورؔ کے درمیان جو فرق ہے اس کا اندازہ سرورؔ کی نثر سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے سرورؔ لکھتے ہیں:-

"اے شخص کوکب بخت ترا افلاس برج تیرہ سے چمکا طالع برسر یاری و زمانہ آمدہ مددگاری ہوا۔ دیکھ ایسا شہ زادہ حاتم شعار ابر گہربار متوجہ اس مشت پر ذرّہ بے مقدار پر ہوا ہے وہ بے کارشے کارگاہِ نے ثبات میں ہوں" [۴]

اس قسم کی نثر کو سمجھنے کیلئے ذہنی کثرت درکار ہے جبکہ مولانا بریلوی کی رنگین عبارت سے مفہوم بہ آسانی سمجھ میں آجاتا ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ رب تبارک تعالیٰ جس کو اپنا محبوب بناتا ہے اس کو درد و غم عطا فرماتا ہے اس کے برعکس جو بارگاہ خداوندی میں مردود ہوتے ہیں انہیں عیش و عشرت دیتا ہے شدّاد و نمرود اسکی مثال ہیں۔ علماء کے اس کلیہ کو مولانا بریلوی نہایت سلاست کے ساتھ بیان کرتے ہیں:-

"آگ ہر وقت ان کے سینہ میں بھڑکتی رہتی ہے اور آرام سے اصلاً ان کو کوئی کام نہیں دل انکا تیغ عشق سے پارہ پارہ اور سینہ ان کا تیر محبت سے فگار کوئی مرہم ان کے زخم دل کو نہیں بھر سکتا اور کوئی جراح ان کے چاک جگر کا علاج نہیں کر سکتا" [۵]

"تیغ عشق" کی مناسبت سے "پارہ پارہ" و "فگار" کی مناسبت سے "تیر" "جراح" کی "رعایت" سے "چاک جگر"، کا استعمال جہاں نثر کو رنگین بنا رہے ہیں وہیں عبارت میں زور و تاثیر بھی پیدا کر رہے ہیں اور فنی اعتبار سے بھی عبارت انتہائی دلکش ہے۔ الفاظ کی مناسبت اور انکی رعایت کی حسین امتزاج قابل تحسین ہے۔

سر سید احمد خاں:-

سر سیّد احمد خاں جدید اردو نثر کے بانی کہے جاتے ہیں جبکہ حقیقت یہ کہ سر سید کی نثر کھردری اور سپاٹ ہے ان کے طویل جملے موضوع کو الجھا دیتے ہیں جس سے تاثیر اور دلکشی متاثر ہوتی ہے جیسے:-

"آمدنی کے ذریعوں میں ظاہراً دو ذریعہ ایسے معلوم ہوتے ہیں جو تمام ذرائع کو حاوی ہیں ایک زراعت دوسرا تجارت۔"[۵]

غور کیجئے سر سیّد جو بات کہنا چاہتے ہیں وہ اتنی سے ہے کہ "تجارت و زراعت کو دیگر ذرائع آمدنی پر فوقیت حاصل ہے" جو بات ایک فقرہ میں کہی جا سکتی تھی اس کو سر سیّد نے تین جملوں میں کہکر عبارت کو طویل کر دیا۔ طویل عبارت کا نام سلیس نثر نہیں ہے سر سیّد کے استعمال کئے ہوئے الفاظ "ذریعوں، ظاہراً وحاوی" ذہن پر بار اور غیر مانوس ہیں فوقیت کے مفہوم کو "حاوی" سے ظاہر کرنا ادبی نقطہ نگاہ سے معیوب ہے۔ یہاں مولانا نقی علی خاں کی نثر سادہ کا نمونہ پیش کر کے اہل ادب سے انصاف کے طالب ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے بچپن کے بارے میں حضرت حلیمہ کے تاثرات بیان کرتے ہوئے مولانا بریلوی لکھتے ہیں:-

"ایک روز غیب سے آواز آئی اے حلیمہ تجھے اس فرزند کا ساتھ مبارک ہو جو تمام عرب کا سردار ہے۔ حلیمہ کہتی ہیں جو دعا میں نے حضرت کے وسیلہ سے مانگی فوراً قبول ہوئی"[۶]

مندرجہ بالا اقتباس میں مولانا کی طرز نگارش کی لطافت اور انداز بیان کی فصاحت کو واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ ان کی عبارت میں نہ کہیں

جھول ہے اور نہ سقم وہ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں انتہائی سادگی اور سلاست سے کہہ دیتے ہیں۔

ڈپٹی نذیر احمد:۔

ڈپٹی نذیر احمد کو ان کے حواریوں نے صاحب اسلوب کی حیثیت سے ان کو اعلیٰ مقام و مرتبہ پر فائز کرنے کی کوشش کی ہے۔ ذرا ڈپٹی صاحب کا ادبی نمونہ ملاحظہ ہو:۔

''ابو طالب کا مرنا تھا کہ دشمنوں نے بڑا زور باندھا اور نوبت بایں جا رسید کہ پیغمبر صاحب کے راستہ میں کانٹے بچھا کہ خانہ کعبہ کو جاتے ہوئے پاؤں میں چبھیں۔ ایک بار مسجد میں تھے کہ کسی موذی نے اونٹ کا بوجھ لا کر گردن پر ڈالدیا کہ اٹھ نہ سکیں۔ زبردستی لپٹ پڑے اور گلا گھونٹا، نو مسلموں میں جس کو پکڑ پاتے، بری طرح ستاتے۔ آخر پیغمبر صاحب نے نو مسلموں کو اجازت دی کہ حبشہ چلے جاؤ اور خود طائف تشریف لے گئے۔ وہاں کے رئیس سے امداد کی توقع تھی وہاں بھی معاملہ بالعکس پیش آیا اور اوباشوں نے پتھر مارے اور نکال دیا۔ دشمنوں نے ملنا جلنا کھانا پینا تک بند کر دیا۔ طرح طرح کے لالچ دئے، ڈراوے دکھائے جب یہ دیکھا کہ یہ شخص کسی طرح باز نہیں آتا اور جو کوئی ان کا ایک دفعہ کلمہ بھر لیتا ہے پھر اپنے قول سے نہیں پھرتا صلاح ٹھہری کہ ہنگامہ کر کے اسے مار ڈالو بہت ہوگا ریت بھرنی

آ جائیگی سب باچھ کر بھر دیں گے یہ منصوبہ باندھ کر ایک رات
گھر کو آگھیرا۔ پیغمبر صاحب کو خبر ہوئی تو اپنی جگہ علی کو لٹا، ابو بکر
کو ساتھ لے، چپکے سے مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر غار ثور
میں جا چھپے" ۵

ڈپٹی صاحب کی خط کشیدہ عبارت قابل توجہ ہے۔ جملہ "اونٹ کا بوجھ لا کر گردن پر ڈال دیا" سے مفہوم واضح نہیں ہے آیا خود اونٹ کا کچھ حصہ لا کر ڈال دیا یا اونٹ پر لدا ہوا سامان ڈال دیا۔ قاری اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ اسی طرح فقرہ "ڈراوے دکھائے" کا استعمال بہت ہی بوجھل ہے جو ذوق سلیم پر بار معلوم ہوتا ہے۔ یہ ایسا عیب ہے جسے ادبی ذوق رکھنے والا ہی محسوس کر سکتا ہے آگے چلئے ڈپٹی صاحب فرماتے ہیں "کلمہ بھر لیتا ہے"۔ اس کو پڑھ کر یہ اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگتی کہ ڈپٹی صاحب مہمل عبارت لکھنے کے عادی ہیں۔ "کلمہ بھر لیتا ہے" ایسی ترکیب ہے جسکی دوسری مثال نہیں ملتی یہ جتنا مکروہ ہے اتنا ہی ادبی لحاظ سے مہمل بھی۔ 'کلمہ' کے ساتھ ہمیشہ لفظ "پڑھنا" استعمال ہوتا ہے اور یہی صحیح بھی ہے۔ اس کے علاوہ مذکورہ بالا عبارت میں "ریت بھرنی، باچھ" ایسے غیر مانوس اور نامناسب الفاظ ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈپٹی صاحب کو زبان و بیان پر دسترس حاصل نہیں ہے بلکہ انہوں نے بازاری بولی کا استعمال کیا ہے۔

مولانا نقی علی خاں بریلوی نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے ذرا ان کا اسلوب نگارش ملاحظہ ہو:-

"قریش کو خبر ہوئی کہ اہل مدینہ حضرت کی فرمانبرداری اور مدد

پر بجان و دل مستعد ہیں اور سرور عالم بھی مدینہ کو جلد از جلد جانے والے ہیں حسد اور عناد کی آگ ان کے دلوں میں بھڑکی اور دار الندوہ میں جمع ہو کر باہم مشورت کی شیطان بھی آدمی کی شکل بن کر مشورہ میں شریک ہوا۔ ایک نے کہا قید کر لو شیطان نے کہا بنی ہاشم بنی مطلوب چھڑائیں گے دوسرے نے کہا شہر سے نکال دو جواب دیا وہ یہاں سے نکل کر تمام عرب میں فساد برپا کر دیں گے اور قبائل عرب کو اپنا فرمانبردار بنالیں گے۔ ابو جہل نے کہا سب قبائل قریش سے ایک ایک آدمی لو اور بلوے میں انہیں قتل کرو تا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب ان کے خون کا دعویٰ نہ کر سکیں اور تمام قبائل کے مقابلہ سے عاجز ہو کر خاموش ہو رہیں۔ شیطان نے اس رائے ناصواب کی بہت تعریف کی اور یہی بات قرار پائی“[۹]

مولانا نقی علی خاں کی مندرجہ بالا عبارت پڑھیئے اور اندازہ لگایئے کہ زبان کی روانی اور سلاست بے مثال ہے اور بازاری بولی سے یکسر پاک ہے اس میں جو شگفتگی اور لطافت ہے وہ ڈپٹی صاحب کے یہاں مفقود ہے۔ مولانا کے شوکت الفاظ نے نثر کو زور واثر سے بھر دیا ہے۔ مولانا کی نثر کا ایک ایک لفظ اور ہر ایک فقرہ نپا تلا ہے مولانا جذبات کا اظہار اسطرح کرتے ہیں کہ سماں بندھ جاتا ہے۔ مولانا کو اظہار بیان پر قدرت حاصل ہے اور تاثرات کے اظہار میں شگفتگی اور وارفتگی ہے جو ڈپٹی صاحب کے یہاں عنقا ہے۔

اسد اللہ خاں غالبؔ:۔

اس میں دو رائے نہیں کہ غالبؔ نے اردو خطوط نگاری کو ایک نیا اسلوب اور منفرد لب ولہجہ دیا اور مراسلہ کو مکالمہ بنایا انہوں نے تحریر کو تقریر کا پیرایہ دیا مگر نثر کی جو سادگی اور سلاست مولانا نقی علی خاں کے یہاں ملتی ہے وہ غالب کے یہاں بھی نظر نہیں آتی۔ شوکت الفاظ کی جو رونق غالبؔ کے یہاں نہیں ملے گی وہ مولانا نقی علیخاں کے یہاں بدرجہ اتم موجود ہے۔

غالبؔ نے میر مہدی مجروحؔ کو خط لکھا ہے اس میں لکھنا یہ ہے کہ میرنؔ صاحب آئے اور ان سے یہ یہ باتیں ہوئیں مگر وہ اسطرح نہیں لکھتے بلکہ گفتگو کی منظر کشی اسطرح کرتے ہیں:۔

"اے میرن صاحب اسلام علیکم! حضرت آداب کہو صاحب آج اجازت ہے میر مہدی کو خط لکھنے کی؟ حضور میں کب منع کرتا ہوں؟ میں اپنے ہر خط میں آپ کی طرف سے دعا لکھ دیتا ہوں پھر آپ کیوں تکلیف کریں؟ نہیں میرن صاحب اس کے خط آئے ہوئے بہت دن ہو گئے ہیں وہ خفا ہو گا جواب لکھنا ضرور ہے۔ حضرت وہ آپ کے فرزند ہیں آپ سے خفا کیا ہوں گے؟"[1]

اس کے بعد میر مہدی سے مخاطب ہو کر اصل مطلب لکھتے ہیں۔

غالب کی اس طویل عبارت نے ذہن کو الجھا دیا۔ ان کے بیان میں جو تاثیر پیدا ہونا چاہیئے تھی وہ نہیں ہو سکی۔ مرزا غالبؔ غیر ضروری طوالت سے بچکر اپنے مقصد کو مختصر کر کے بھی بیان کر سکتے تھے مگر اس قسم کی مراسلت اختیار کرنا

مرزا صاحب کی مجبوری تھی۔ انہیں دور دراز کے دوستوں کو اپنی پریشانی سنانا تھیں اگر یہ پریشانیاں مروّجہ انداز تحریر میں بیان کی جاتیں تو مکتوب الیہ بہت جلد اکتا جاتے اسلئے مرزا صاحب کو مجبوراً طویل مراسلت کا طریقہ اختیار کرنا پڑا۔ لیکن مولانا نقی علی خاں کی تمام تصانیف پڑھ جایئے انہیں آپ کہیں مجبور نہ پائیں گے۔

روز محشر امت محمدی ﷺ کو مرتبہ اور مقام کیا ہوگا اس کی منظر کشی کرتے ہوئے مولانا نقی علیخاں فرماتے ہیں:۔

"اس دن (روز محشر) حضرت کو ایک حوض دیا جائیگا اس کا پانی دودھ سے سپید اور شہد سے شیریں اور برف سے سرد اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگا چاندی سونے کے آبخورے اسکے گرد رکھے ہونگے۔ لوگ بھوک پیاس کے مارے غول کے غول آئینگے اور حضرت ان کو آب کوثر پلائیں گے۔ ایک قطرہ جس کے حلق میں جائیگا تمام دن قیامت کے کہ پچاس ہزار برس کا ہے بھوک پیاس سے محفوظ رہیگا۔ گویا تمام اہل محشر اس دن آپ کے مہمان ہونگے اور اس مصیبت میں آپ کا ہی منہ تکیں گے"

[11]

مندرجہ بالا عبارت پڑھ کر اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگتی کہ روز محشر کی منظر کشی اور سید الانبیا ﷺ کے منصب و مرتبہ کا ذکر جس وار فتگی و شگفتگی کے ساتھ مولانا نقی علی خاں نے کیا ہے وہ اس دور کی اردو نثر میں نایاب ہے۔ مولانا کی نثر نہ صرف سلاست و لطافت کا مخزن ہے بلکہ اثر و تاثیر کا منبع ہے۔

ساتھ ہی مقصد اظہار کی مکمل تفسیر بھی مولانا نے بڑی خوبی کے ساتھ کردی ہے۔

الطاف حسین حالی:-

مولانا الطاف حسین حالؔی کا شمار جدید اردو نثر کے معماروں میں کیا جاتا ہے اور آپ اردو کے پہلے باقاعدہ نقاد مانے جاتے ہیں۔ مہدی افادی نے حالی کو اردو کے "عناصر خمسہ" میں شامل کیا ہے۔ آپکی تصانیف مقدمہ شعر و شاعری و 'یادگار غالب'، حیات جاوید' وغیرہ اردو کی شاہکار تصانیف میں شمار کی جاتی ہیں۔ لیکن مولانا نقی علی خاں کی تصانیف میں جو سلاست و روانی ہے وہ حالی کے یہاں نظر نہیں آتی۔ حالؔی کے یہاں سادگی کا فقدان ہے۔ مشہور ادیب و نقاد ڈاکٹر عبدالغنی صاحب حالؔی کے اسلوب نگارش کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

> "حالؔی کے اسلوب میں نفاست و وقار کی کمی ہے وہ اپنی اس سادگی پر اس درجہ قانع تھے کہ طرز تحریر میں تراش خراش کو ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ لہٰذا ان کی بلاغت پورے طور پر بلوغت تک نیں پہنچ سکی"[12]

مذکورہ بالا دعوے کی دلیل میں مولانا حالی کے چند نثری نمونے پیش خدمت ہیں:-

1. کوئی خصوصیت رجال یا نسا کی غزل میں ذکر نہ کی جائے۔[13]
2. محض اہل زبانوں کی بول چال میں محدود تھا۔[14]
3. ایک شعر ان کی نظر پڑ گیا[15]
4. بیشمار غلطیاں صاحب فرہنگ ناصری نے اسمیں نشان دی ہیں[16]

۵. فی الواقع ان کا حوصلہ تنگی کرنے لگا تھا۔[۱۷]

۶. اپنے فرائض کو جو قانون ٹرسٹیاں میں بیان ہوئے ہیں ہمیشہ نصب العین نہ رکھیں گے۔[۱۸]

مثال نمبر ۱/ تا۶/ کے خط کشیدہ فقرے 'ذکر نہ کی جائے' و'ان کی نظر پڑ گیا' "غلطیاں نشان دی ہیں' و" حوصلہ تنگی کرنے لگا تھا" فرائض کو نصب العلین رکھیں گے' جیسے فقرے قوائد و محاورہ دونوں اعتبار سے ناموزوں ہیں۔ مثال نمبر ۲ میں "اہل زبان" کی جگہ اہل زبانوں وغیرہ الفاظ کا استعمال اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ حالی الفاظ و فقروں اور جملوں کی غلط ترکیب و ترتیب کے استعمال کے عادی تھے اور یہ ایسی خامیاں ہیں جو سلاست بیان کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ جن سے اسلوب کی سادگی اور صفائی برقرار نہیں رہتی اور روانی میں بھی فرق پڑتا ہے یہ ایسے ادبی عیوب ہیں جن کو قاری نظر انداز نہیں کر سکتا۔

مولانا نقی علی خاں کی نثر اس طرح کے عیوب سے یکسر پاک و صاف ہے۔ آپ کو اردو انشا پردازی پر مکمل عبور حاصل تھا۔ آپنے سلیس و سادہ نثر میں اپنے مطالب و مقاصد کو انتہائی لطافت و نفاست کے ساتھ بیان کیا ہے۔ آپکی تصانیف سلیس و سادہ نثر کے اعلیٰ نمونہ کا مخزن ہیں۔ مولانا نقی علی خاں کا ایک ادبی شہ پارہ ملاحظہ ہو:-

"ایک حکیم کسی مغرور کے گھر گیا۔ تھوک کی حاجت ہوئی اس کے منھ پر تھوک دیا۔ وہ بہت خفا ہوا۔ کہا اس وقت مجھے تھوکنے کی ضرورت تھی بہت خیال کیا متکبر کے منھ سے کوئی جگہ بدتر نہ پائی"۔[۱۹]

مندرجہ بالا عبارت میں سادگی و سلاست کے ساتھ زور و تاثیر بھی ہے۔ تاثرات کے اعتبار سے اور زبان و بیان کے ساتھ ہی طرز و اسلوب کے لحاظ سے بھی مولانا نقی علی خاں کے نثری شاہکار اردو کے ادب عالیہ کی جان ہیں۔

مولوی محمد حسین آزاد:۔

مولوی محمد حسین آزاد کا شمار بھی اردو کے عناصر خمسہ میں کیا جاتا ہے۔ آب حیات، نگارستان فارس، سخندان فارس، مقدمہ دیوان ذوق وغیرہ آزاد کی مشہور تصانیف ہیں۔ یہاں ہم مولانا آزاد کی اسلوب نگارش کا ایک نمونہ پیش کرتے ہیں:۔

"جب وہ صاحب کمال ارواح سے کشور اجسام کی طرف چلا تو فصاحت کے فرشتوں نے باغ قدس کے پھولوں کا باغ سجایا جن کی خوشبو شہرت عام بن کر جہاں میں پھیلی اور رنگ نے بقائے دوام سے آنکھوں کو تراوٹ بخشی وہ تاج سر پر رکھا گیا تو آب حیات اس پر شبنم ہو کر برسا کہ شادابی کو کملاہٹ کا اثر نہ پہنچے، ملک الشعرائی کا سکہ اس کے نام سے موزوں ہوا اور اس کے طغرائے شاہی میں یہ نقش ہوا کہ اس پر نظم اردو کا خاتمہ کیا گیا۔ چنانچہ اب امید نہیں کہ ایسا قادر الکلام پھر ہندوستان میں پیدا ہو" [۲۰]

مولانا محمد حسین آزاد کی مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے کہ آزاد کا بیان شاعرانہ استعارات سے بھرا ہوا ہے۔ اس میں رنگ آمیزی بھی ہے اور مبالغہ آرائی بھی۔ اسطرح مولانا آزاد زبان کو آرائش کے زیوروں سے گراں

بار کر دیتے ہیں۔ اس کے برخلاف مولانا نقی علی خاں کے یہاں نفاست و فصاحت کے ساتھ بلاغت بھی ہے۔ آپنے سہل اور عام فہم الفاظ کا استعمال کیا ہے جن سے بے ساختگی اور پردا ختگی پیدا ہو گئی ہے مولانا نقی علیخاں کی نثر ایک شگفتہ ادبی نثر ہے جس میں عالمانہ نشان جلوہ گر ہے۔

مولانا نقی علی خاں کی تمام تصانیف کا جائزہ لیجئے عبارت میں جامعیت اور معنویت پائیں گے، بیان میں لطافت و بلاغت کی چاشنی اور اسلوب میں روانی اور شائستگی۔

آپنے ابتد سے آخر تک اردو نثر کے آغاز کی غرض و غایت کو ملحوظ خاطر رکھا اور اس کا استعمال تبلیغ دین اور اصلاحِ عقائد و معاشرہ کیلئے کیا۔ آپ کا قلم ذہنی عیاشی و افسانوں اور ناولوں کے لئے نہیں بلکہ اس صراط مستقیم کیلئے چلا جس کے لئے بزرگوں نے اردو نثر کو جنم دیا۔ آپکی تمام تصانیف میں مخاطب عوام ہیں اس لئے آپکی نثر سلاست و روانی و فصاحت و بلاغت و شیرینی و شگفتگی سے پُر ہے۔

اشاریات:-

۱، ۲. مولانا نقی علی خاں بریلوی — الکلام الاوضح فی تفسیر سورۂ الم نشرح (ص ۱۱۸، و ۱۱۹)

۳، ۴. رجب علی بیگ سرور — فسانۂ عجایب ص ۱۷، و ۴۳
ناشر یوپی اردو اکادمی لکھنؤ

۵. مولانا نقی علی خاں — الکلام الاوضح فی تفسیر سورۂ الم نشرح (ص ۳۰۲)

۶.	شرافت اللہ کارنر، بریلی	آئینہ ادب ص ۲۶۳، ناشر فرینڈس بک
	مولانا نقی علی خاں	سرور القلوب فی ذکر المحبوب
۷.	ڈپٹی نذیر احمد	الحقوق والفرائض جلد ۲ ص ۳۷۶
۸.	مولانا نقی علی خاں	الکلام الاوضح ۱۰۷
۹.	امتیاز علی خاں عرشی	مکاتیب غالب
۱۰.		(طبع ثانی) ص ۱۵۷، ۱۵۸ مطبع بمبئی
۱۲.	فخر الاسلام اعظمی	مقالات سرسید سے مضامین رشید تک ص ۲۹
۱۳، ۱۴.	الطاف حسین حالی	مقدمہ شعر و شاعری ص ۱۰۶، ۱۵۶
۱۵، ۱۶.	الطاف حسین حالی	یادگار غالب ص ۴۳، ۹۷
۱۷، ۱۸.	الطاف حسین حالی	حیات جاوید ص ۳۳۲، ۳۴۰
۱۹.	مفتی نقی علی خاں	سرور القلوب فی ذکر محبوب ص ۱۸۹
۲۰.	محمد حسین آزاد	آب حیات ص ۵۴۱، ۵۴۲

علامہ نقی علی خاں اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

از: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی بریلی شریف

عشق رسول عطیہ الٰہی اور نعمت خداوندی ہے اور یہی عشق ایمان کی اصل واساس ہے۔ خدائے لم یزل نے رسول علیہ السلام کی محبت اتباع اور اطاعت پر اپنی محبت واتباع اور اطاعت کو مشروط فرمایاہے۔ قرآن واحادیث اس حقیقت حسین کے شاہد ہیں۔ اسی عشق نے ذروں کو ماہتاب و آفتاب بنایا۔ اور صحرا نشینوں کو تاج و تخت کا مالک! یہ وہ عشق ہے جس نے حبشہ کے بلال کو بلال کامل اور موذن رسول اور فارس کے سلمان کو صحابی مقبول اور حجازی پھول میں تبدیل کردیا۔

عشق رسول کونین علیہ الصلوۃ والتسلیم امام احمد رضا اور خانوادۂ رضا کا طرۂ امتیاز رہاہے۔ امام احمد رضا کے جد اعلیٰ حضرت سعید اللہ خاں علیہ الرحمۃ والرضوان اسی جذبۂ حسین سے سرشار ہو کر ملک افغانستان سے چلکر ھندوستان میں سرفروشانہ اور مجاہدانہ شان کیساتھ قدم رنجہ فرماتے ہیں۔ اس مرد مجاہد پرجسقدر بھی فخر و ناز اور اسکی فیروز بختی پر جسقدر بھی رشک کیا جائے کم ہے کہ اسکی نسل سے نسلیں مہک اٹھیں، شریعت کی فصیل مہک اٹھی اور علم وعرفان کے شہرستانوں میں اجالا ہو گیا۔ اور آج رب اکبر کے حبیب اعظم کے

عشق واتباع کی محفلیں جہاں بھی آراستہ ہوئی ہیں وہاں سے عشق رضا و خانوادہ رضا کی چمک و مہک ضرور پھیلتی نظر آتی ہے۔

حضرت سعید اللہ خاں سے لیکر حضرت اعظم خاں تک تو شمشیر و سنان سے عظمت اسلام اور محبت رسول کی داستان صداقت رقم ہوتی رہی لیکن پھر حضرت کاظم علیخاں علیہ الرحمۃ والرضوان سے اظہار محبت اور اعلان حق کا نوعیہ بدلتا ہے۔ شمشیر و سنان کا مقام قلم و قرطاس لیتے ہیں اور میدان جنگ کی جگہ میدان علم!

حافظ کاظم علیخاں صاحب قدس سرہ العزیز نے دنیوی جاہ و جلال چھوڑ کر فقر و درویشی کے میدان میں قدم رکھا اور پوری زندگی عبادت الٰہی اور یاد رسالت پناہی میں گزار دی اور خود کو نورانیت و حقانیت سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی آراستہ کیا اور شخصیات کی تعمیر کی۔

اسی ولیٔ خدا کے فرزند ارجمند علامہ رضا علی خاں نور اللہ مرقدہٗ سے اس خانوادے میں علم و قلم کا پرچم بلند ہوتا ہے۔ جو بحمد اللہ تعالیٰ آج تک بڑی آن بان کے ساتھ لہرا رہا ہے۔

قدوۃ الصالحین، زبدۃ الکاملین مولانا رضا علی خاں صاحب عالم شریعت بھی تھے اور عالم طریقت بھی۔ ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۶ء میں آپنے وصال فرمایا۔

آپ سے کرامتوں کا صدور بھی ہوا ہے، تاریکیٔ کفر میں بھٹکنے والوں کو اسلام کا اجالا بھی نصیب ہوا ہے۔ مولانا محمد حسن علمی جنکا خطبہ علمی بہت ہی مشہور ہے وہ آپ ہی کے شاگرد رشید اور مرید باسعید تھے۔

اسی عالم ربانی، مقبول باری سبحانی، مصدر احسان، مظہر امتنان علامہ رضا علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان سے تاج العلما، راس الفضلاء حضرت مولانا نقی

علیخاں علیہ الرحمۃ ہویدا ہوئے۔ حضرت علامہ رضا علیخاں اور حضرت علامہ نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہما جنگ آزادی کے مجاہدین بھی تھے، لیکن اس سے بڑھکر یہ دونوں اس محبت و غلامی کے علمبردار تھے جسپر تمام آزادیاں صدقے اور ہر ہر نعمت و دولت قربان کہ جو دل اور فکر و نظر کی سرزمین اور عقیدہ و ایمان کے جہان کی آزادی اور جو نار جہنم سے آزادی دلاتی ہے۔

جدید تحقیق کے مطابق مولانا نقی علی خاں صاحب ۴۳ نقلی و عقلی علوم و فنون کے ماہر تھے۔ آپ نے تصنیف و تالیف کے ساتھ درس و تدریس کیطرف بھرپور توجہ دی۔ آپ کا درس بہت مشہور تھا۔ اور دور دور سے طلبہ آپ کے دولتکدے پر اکتساب علم کے لئے آتے تھے۔ اس سلسلہ کو آگے بڑھانے کے لئے آپنے ایک ادارہ ''مصباح التہذیب'' کے نام سے بریلی شریف میں قائم کیا۔ تاریخ میں اسکا نام ''مصباح العلوم'' بھی ملتا ہے۔

۵؍ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ میں آپنے اپنے صاحبزادۂ اکبر امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مارہرہ مطہرہ کے صاحب سجادہ خاتم الاکابر حضرت سیّد آل رسول احمدی رضی اللہ تعالی عنہ سے شرف بیعت حاصل کیا اور شدید علالت کے باوجود اسی نور نظر کے ہمراہ فرائض حج و زیارت بھی ادا کیا۔ اس موقع پر مکہ معظمہ کے جلیل القدر علماء کرام سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ اور دونوں حضرات کو شیخ احمد زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مکرر سند حدیث عطا کی جس کا ذکر مولوی عبدالحی لکھنوی نے ''نزہت الخواطر'' میں کیا ہے۔

حضرت علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمہ زبردست مناظر بھی تھے۔

حضور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک اثر کی بنا پر یہ مسئلہ معرکۃ الآرا بنا ہوا تھا کہ باقی چھ زمینوں پر حضور ﷺ کے مثل انبیاء ہوئے ہیں یا نہیں؟

مولوی امیر احمد اس گروہ کے سرخیل تھے اور ایک کتاب بنام "مناظرہ احمدیہ" بھی شائع کرائی تھی۔ علامہ نقی علی خاں قدس سرہ نے مولوی امیر احمد سہسوانی کے موقف کی سختی سے مخالفت کی اور ایک دینی مناظرہ کا اعلان بنام "اصلاح ذات بین" (۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۵ء) شائع کرادیا۔ مگر مخالفین کی جانب سے کوئی جواب نہ آیا۔

علامہ نقی علی خاں صاحب کی تصانیف میں ۲۶ر کتابوں کا ذکرہ ملتا ہے جن میں:۔

"سرورالقلوب، جواہر البیان، الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح، فضل العلم والعلماء، احسن الوعا، تنبیہ الجہال، اصلاح ذات بین اور وسیلۃ النجاۃ" زیادہ مشہور ہیں۔ آپکی علمیت وفقاہت کو خود امام احمد رضا نے سراہا ہے اور ان کی علمی وجاہت پر ناز کیا ہے۔ امام احمد رضا نے آپ کو ...... "خاتم اجلۃ الفقہاء" لکھا ہے۔ اور یہ آپکی وفات کا مادہ تاریخ بھی ہے۔ امام احمد رضا نے آپ کے تقریباً ۱۳ر مادہ ہائے تواریخ اور ولادت کے تقریباً ۸ر مادے استخراج کئے ہیں۔

مادہ ہائے ولادت ...... "افضل السابق العلماء" اور "قمر فی برج الشرف" بہت خوب ہیں۔ علامہ نقی علی خاں صاحب ایک عدیم النظیر فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ فقید المثال مفسر بھی تھے۔ "الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح" میں آپ کی مفسرانہ شان پورے آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ اس تصنیف میں آپکی عالمانہ شان کے ساتھ ساتھ عاشقانہ شان بھی نظر آتی ہے۔

ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے "تفسیر الم نشرح" کے صرف مقدمہ سے متاثر ہو کر ایک مقالہ بعنوان "عشق ہی عشق" تحریر فرمایا۔

چند اقتباسات ملاحظہ کیجئے:-

۱. اس تفسیر کو جب غور سے پڑھا تو آنکھیں کھل گئیں۔ صفحہ ۴ سے پڑھتے پڑھتے جب صفحہ ۱۱ پر پہنچا تو یوں محسوس ہوا جیسے ساحل سمندر پر موتی بکھرے ہیں یا جیسے دامن کوہ پر لعل بکھرے ہیں۔ ہر لعل رشک صد لعل بدخشاں۔

۲. تفسیر میں ایک طرف مفسر کے عشق و محبت کا عالم نظر آتا ہے تو دوسری طرف ان کے علم و فضل کی شان نظر آتی ہے۔ انہوں نے علم کو عشق کی چوکھٹ پر جھکا کر بتادیا کہ صاحب علم عشق و محبت کے سوا کچھ نہیں۔ نام نامی اسم گرامی محمد ﷺ فکر و خیال کے افق پر طلوع ہوا تو جھوم جھوم گئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے سراپائے مقدس سامنے آگیا ہو۔

ع کھنچی ہے سامنے تصویر یار کیا کہنا

مدح و ثنا میں زبان فیض ترجمان ایسی کھلی کہ الفاظ و حروف کا ایک سیلاب امنڈنے لگا۔

کون یہ جان تمنا عشق کی منزل میں ہے
جو تمنا دل سے نکلی پھر جو دیکھا دل میں ہے

اللہ اللہ! عشق خانہ ویراں ساز نے مست و بیخود بنادیا۔

یہ ہیں امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے والد ماجد علامہ نقی علی بریلوی علیہ الرحمۃ۔ امام احمد رضا خاں کے سینے میں آپ نے عشق مصطفیٰ ﷺ کا ایسا نقش جمادیا کہ پورا وجود سراپا عشق بن گیا۔

حضرت مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمۃ نے ۵۱ برس ۵ ماہ کی عمر میں ۳۰/ ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ بروز جمعرات بوقت ظہر وصال فرمایا۔

آپنے اپنی حیات کا لمحہ لمحہ علم رسول و عشق رسول کی اشاعت میں صرف کردیااور اسکا یہ ثمرہ تھا کہ آپ کی پشت سے ۱۴ ویں صدی ھجری کے عظیم مجدد، عظیم البرکت اعلیٰحضرت امام احمد رضا ہویدا ہوئے اور علم و فضیلت و معرفت و عشق و محبت کے چمن میں ایک تازہ بہار آ گئی۔

مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمۃ نے جسوقت داعی اجل کو لبیک کہا اسوقت عشق رسول کی تمامتر نورانیت آپ کے چہرے سے آشکارا تھی۔ حضور اعلیٰ حضرت نے علامہ نقی علی خاں قدس سرہٗ العزیز کی تصنیف "جواہر البیان" میں ان کے وقت آخر کا جو حال بیان کیا ہے اس سے یہ حقیقت آشکارا ہے۔

سبحان اللہ ! "قل ان کنتم تحبون اللہ......الآیہ کے طفیل "ویغفر لکم ذنوبکم" کا یہ حسین منظر دنیا ہی میں نگاہوں کے سامنے آ گیا تھا۔

امام الاتقیاء مولانا نقی علی خاں رحمت اللہ علیہ

اور

اِصلاحِ عقائد

از ڈاکٹر محمد حسن قادری ایم۔اے۔(اردو)،ایم۔اے۔(سیاست)،پی۔ایچ۔ڈی۔

امام الاعلماء مولانا رضا علیخاں رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ ارجمند اور اعلیحضرت امام احمد رضا کے والد ماجد امام الاتقیاء خاتم المحققین حضرت مفتی نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ ایک عارف کامل اور روشن ضمیر بزرگ کی حیثیت سے اپنے ہم عصر علماء میں ممتاز مقام رکھتے تھے آپ نے سلخ جمادی الآخرا یا غرّہ رجب ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۰ء میں اس دنیائے آب و گل میں قدم رکھا اور ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ء کو اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کیا یہ زمانہ دین و سنیت کے تحفظ کے لحاظ سے بہت پر آشوب تھا، بدعقیدگی کے چومکھے حملے ہو رہے تھے۔نئے نئے فرقے اور تحریکیں سوادِاعظم اہل سنت کے عقیدہ و مسلک پر شب خون مارنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔یہ دور مسلمانوں کے انحطاط کا دور تھا، مسلم معاشرے کی حالت بگڑ رہی تھی، حکومت ان کے ہاتھ سے جاچکی تھا، مسلمان احساس کمتری کا شکار تھے، مذہبی معاملات میں دلچسپی کم ہو رہی تھی، ان کو اپنا تمدن برا لگنے لگا تھا۔مسلمان مغربی تہذیب کے دلدادہ ہو رہے تھے ایسے پر انتشار ماحول میں

خاتم المحققین حضرت مفتی نقی علی خاں نے اپنی مختلف تصانیف کے ذریعہ مسلمانوں کے عقائد و اعمال کی حفاظت و حمایت جس مومنانہ فراست اور مجاہدانہ عزیمت کے ساتھ کی اس کی مثال نہیں ملتی۔ جب ابطال باطل اور اصلاح عقائد و معاشرہ کا موقع آیا تو فوراً آپ کی دینی حمیت بھڑک اٹھی ہے اور آپ متاع لوح قلم کے ساتھ میدان عمل میں آگئے جس کے نتیجہ میں دو درجن سے زائد مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف آپ کی یادگار موجود ہیں۔ یہاں پر آپ کے تمام علمی کارناموں کا مطالعہ و تجزیہ پیش کرنا میرا مقصد نہیں بلکہ آپ کی صرف ایک تصنیف "ہدایت البریہ الیٰ شریعت الاحمدیہ" کو زیر بحث لانا چاہتا ہوں جو آپ نے اصلاح عقائد و معاشرہ کی غرض سے تصنیف کی جس میں ہمارے عہد کے سلگتے ہوئے مسائل اور ان کا حل موجود ہے۔

حضرت امام الاتقیاء نے اس کتاب کے ذریعہ دین اسلام میں بگاڑ پیدا کرنے والے عناصر پر کاری ضرب لگائی اور ایسے لوگوں کے باطل عقائد کی نشاندہی کرتے ہوئے قرآن و حدیث کی روشنی میں باطل عقائد کا رد کیا۔ مولانا نقی علی خاں نے ایسے لوگوں کو دس فرقوں میں تقسیم کیا ہے جو عملاً اسلامی تعلیمات سے انحراف کر کے اسلام کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

حضرت نے اوّل فرقہ میں ان لوگوں کو شامل کیا ہے جو اپنی ناقص عقل کو پیشوا بنا کر عقلِ کل بن بیٹھے ہیں اور دینی معاملات میں قرآن و حدیث سے رہنمائی حاصل کرنے کے بجائے عقل کے گھوڑے دوڑاتے ہیں اور جو بات سمجھ میں نہیں آتی اس سے منکر ہو جاتے ہیں۔ حضرت کا قول ہے جو امور خلافِ شریعت ہیں ان پر غور نہیں کرنا چاہئے، آپ فرماتے ہیں:-

"دانشمند ایسی باتوں میں جو شرع نے نہ بتائیں خوض نہیں کرتے

اور انہیں (شرع کی باتوں کو) اس حیثیت سے کہ مولیٰ کی باتیں ہیں مانتے ہیں اگرچہ عقل ان کی حیثیت دریافت نہ کرے"
(ہدایۃ البریہ ص ۳)

اسطرح آپ نے یہ ایمان افروز تاثران دیا کہ شریعت مطہرہ کی اتباع میں ہی خیریت ہے اس راہ روشن سے جو سر مو انحراف کریگا اسے وادی ضلالت میں گرنے سے کائی نہیں بچا سکتا۔

فرقہ دوئم کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے آپ نے یہ سمجھایا کہ قرآن مقدس اور احادیث مبارکہ کے نکات کو سمجھنا علمائے دین کا منصب ہے اور ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔ عوام کا کام علماء کی تقلید کرنا ہے نہ کہ اپنی محدود عقل سے نکات کو سمجھنا۔ اگر قرآن وحدیث کے نکات ہر فرد کی سمجھ میں آجاتے تو پھر علم تفسیر کی ضرورت ہی نہ تھی لہٰذا عوام الناس کا فرض ہے کہ وہ عقلی اور خیالی گھوڑے دوڑانے کے بجائے ائمۂ مجتہدین کی تقلید کریں اسی میں نجات ہے۔

چہارم فرقہ کے تحت آپنے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جنہیں جس مذہب کی بات اچھی لگتی ہے اسے اختیار کر لیتے ہیں اس طرح ان کا عقیدہ چوں چوں کا مربہ بن جاتا ہے۔ ایسے لوگ خود کو بڑا عاقل و دانا سمجھتے ہیں مگر حقیقتاً وہ گمراہ ہوتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:-

"مدار...... عقائد و اعمال کا دس پانچ آیتیں یا اردو فارسی کی دو چار کتابیں دیکھنے پر نہیں بہت کچھ درکار ہے نادانوں نے شرع کو کھیل ٹھہرایا اور اپنی رائے کا تابع سمجھا ہے۔" لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیّ العظیم" (ص ۱۱)

فرقہ ششم کے تحت آپ نے ان جاہل صوفیوں اور آزادی پسندوں کی سختی سے خبر لی ہے جو خود کو صوفی اور اہل طریقت گردانتے ہیں اور شریعت سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ یہ لوگ بھنگ پینے، چوٹی رکھنے، داڑھی منڈانے، ریشمی لباس پہننے، مزامیر سننے اور طوائفوں کا ناچ دیکھنے کو سلوک کی باتیں سمجھتے ہیں اور عبادت کو بے کار جانتے ہیں۔ حضرت کے مطابق یہ سب اسلام کے ساتھ بدترین مذاق ہے، شریعت کی اتباع کے بغیر طریقت ہاتھ نہیں آسکتی چنانچہ ایسے لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:-

"اے احمق اس عقیدۂ فاسدہ سے باز آورنہ عذاب دوزخ کے لئے آمادہ ہو عبادت کو بے کار سمجھنا کفر اور کافر قطعاً بہشت سے محروم اور مخلد فی النار ہے"۔ (ص ۱۱)

حضرت خاتم المحققین نے ساتویں فرقہ کے تحت ایسے لوگوں پر زبردست تنقید کی ہے جو سلوک کے مقامات طے کئے بغیر اور بلا ریاضت و محنت کے بزرگوں، علماء اور مجددین کے صاحب سجادہ بنے بیٹھے ہیں اور اپنے قول و فعل سے ان بزرگوں کی تعلیمات کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ یہ لوگ شریعت کی اتباع کو پہاڑ سے زیادہ گراں سمجھتے ہیں اور بہت سی ناشائستہ باتوں کو علمائے کرام اولیائے کرام سے منسوب کر کے قوم میں گمراہیت پھیلا رہے ہیں، یہ نام نہاد پیر طریقت اور سجادگان اسلام دشمن عناصر سے دوستی رکھتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ فقیر کے مذہب میں کسی کو برا نہیں سمجھتے ایسے لوگوں کے بارے میں حضرت فرماتے ہیں۔

"بعض حضرات بلا محنت و ریاضت اور طے کرنے مقامات سلوک اور اجازت مرشد کامل کے صاحب سجادہ اور حال قال پر

آمادہ ہو بیٹھے۔ حال ان کا یہ ہے کہ ارتکاب افعال واقوال میں جو ارباب کمال سے عالم وجد و استغراق میں صادر ہوئے بدون حصول اس حالت اور مرتبہ کے مصروف رہتے ہیں اور قال! اہانت علمائے دین و مجتہدین میں منحصر ہزاروں حکایات واسطے تصحیح اپنی حرکات ناشائستہ اور اباحت منکرات شرعیہ اور اہانت علم و علماء کے حضرات اولیاء کی طرف نسبت کرتے ہیں" (ص ۲۲)

حضرت نے تقریباً سوا سو سال قبل مذکورہ بالا افراد کی نشان دہی فرمائی تھی قربان جایئے آپ کی دینی بصیرت اور ایمانی فراست پر کہ اس دور میں اکثر مزارات پر ایسے شریعت دشمن نام نہاد سجادہ اور پیر ان تمام اشغال و امور کے مرتکب نظر آتے ہیں جن کا حضرت امام المحققین نے ذکر کیا ہے ضرورت ہے ایسے بد عملوں اور شعبدہ بازوں سے مزارات کو پاک کیا جائے تاکہ شریعت کا وقار واحترام باقی رہے۔

حضرت امام الاتقیاء قوم کی فلاح و بہبودگی کے لئے تعلیم کو لازمی قرار دیتے ہیں آپ کو علم کی تنزلی اور مسلمانوں کی علم کی جانب سے لاپرواہی پر بہت تشویش تھی حضرت کو خطرہ تھا کہ اگر علم دین کی طرف سے اس طرح عدم توجہی رہی تو وہ دن دور نہیں جب یہ رسمی روزہ، نماز بھی ختم ہو جائیگا حضرت علمِ دین حاصل کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے زور دیکر فرماتے ہیں:-

"اتفاق کر کے دو ایک فاضل ہر شہر اور ہر قصبہ میں بلاویں اور اپنے لڑکوں کو علم دین پڑھاویں اوروں کو ترغیب دیں اور حوائج ضروریہ میں ان کی مدد کریں چند روز میں علم کی ترقی ہو ورنہ یہ روزہ، نماز، رسمی بھی نہ رہیگا اور سوائے ختنہ اور گوشت کھانے

کے ہندوستان میں کچھ فرق نہ ہوگا یہ حالت گوارہ ہے کہ ترویج علم سے اس درجہ غافل ہیں۔ (ص ۳۵)

غور فرمایئے کتنی اہم وصیت ہے۔ مجھے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ حضرت امام الاتقیاء کی نگاہ ولایت دیکھ ہی تھی کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جب مسلمان دینی تعلیم سے بے بہرہ ہو جائیںگے اپنے مسائل و مقدمات کے حل کے لئے غیروں پر انحصار کریں گے جس کے نتیجہ میں ایک بحرانی کیفیت پیدا ہو جائیگی اور مسلمانوں کو اپنا تشخص برقرار رکھنے میں دشواریاں پیش آئیں گی، یہ صورت حال آج ہمارے سامنے ہے۔

اللہ کی صدہار حمتیں ہوں خاتم المحققین کی قبر انور پر جنہوں نے اپنی تصانیف و علم و عمل کے ذریعہ مسلمانون کے عقائد و اعمال میں پائی جانے والی بے احتیاطیوں پر بروقت متنبہ فرمایااور معاشرہ کی اصلاح و عقائد کی درستگی کے لئے رہنمائی و رہبری فرمائی اور آپ کے بعد آپ کے خلف اکبر امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد کے نصب العین کی تکمیل کے لئے اور دین متین کی سربلندی کے لئے اور ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی سرفرازی کے لئے میدان عمل میں تاحیات پوری تن دہی کے ساتھ مصروف عمل رہے اور باطل کو سرنگوں کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

امام المتکلمین مفتی نقی علی خان
تاریخ ساز شخصیت

از ڈاکٹر محمد حسن قادری
ایم.اے. (اردو، پولیٹکل سائنس) ساہتیہ رتن، پی. ایچ. ڈی.

دانیسویں صدی کا ابتدائی دور ہندوستانیوں اور خصوصاً مسلمانوں کے لئے انتہائی پر آشوب دور تھا۔ مسلمانوں میں نئی نئی تحریکیں جنم لے رہی تھیں جو مسلمانوں کو کافر و مشرک اور بدعتی بنانے میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ مسلمان زبردست کشمکش کا شکار تھے۔ ایک طرف پوری ملت اسلامیہ مذہبی خانہ جنگی کا شکار تھی، کفر و شرک اور بدعت کے شور و غوغا سے پورا مذہبی ماحول گرد آلود تھا۔ دوسری جانب انگریز مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے اپنے اقتدار کے مواقع بڑھا رہے تھے۔ یہ ماحول مسلمانوں کے لئے انتہائی کسمپرسی کا ماحول تھا۔

اس مسلم مخالف طوفان کو روکنے کے لئے ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جسے علوم عقلی و نقلی دونوں میں پوری دستگاہ حاصل ہو اور تمام علوم و فنون میں ممتاز مقام رکھتا ہو۔ جو ایک طرف توحید کی شمع روشن کرے تو دوسری جانب فخر کون و مکاں ﷺ کی محبت و وارفتگی کا پرچم لہرائے اور نئی نئی مسلم کش تحریکوں کا منھ توڑ جواب دے سکے۔

انیسوی صدی کی تیسری دہائی کے آخری سال میں ایک ایسی ہی گراں مایہ اور عبقری شخصیت نے اس دنیائے آب و گل میں قدم رکھا جسے عالم اسلام خاتم المحققین کے نام سے جانتا ہے۔

امام العلماء مولانا مفتی رضا علی خاں کے فرزند مولانا مفتی نقی علی خاں کی ولادت سلخ جمادی الآخر یا غرہ رجب ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۰ء کو بریلی کے محلہ ذخیرہ میں ہوئی۔ آپنے جملہ علوم و فنون کی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا مفتی رضا علی خاں سے حاصل کی جو نامور عالم و مفتی اور عارف باللہ بزرگ تھے۔

مولانا مفتی نقی علی خاں علم و عمل کے بحر ذخار تھے آپ کی ذات مرجع علماء خلائق تھی۔ آپ کی آرا کو علمائے عصر سند تسلیم کرتے تھے۔ آپ بیالیس علوم و فنون کے ماہر تھے۔ آپ عالم اسلام کی ان مقدس ترین شخصیتوں میں سے ہیں جنہوں نے تاحیات علم و عرفان کے دریا بہائے۔ آپنے زبان و قلم کے ذریعہ اشاعت دین اور ناموس رسالت کے لئے جہاد پیہم کیا۔

امام الاتقیاء مفتی نقی علی خاں نے اپنے دور کے سیاسی انتشار اور مذہبی خلفشار دونوں کو دیکھا تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ کچھ نام نہاد علما اور مصلحین نے اپنے گورے آقاؤں کا طوق غلامی گلے میں ڈالکر اسلام کے عقیدہ توحید کو بازیچہ اطفال بنادیا۔ چنانچہ سر سید جیسے نام نہاد مصلحین قوم بزعم خود مسلمانوں میں عظیم انقلاب لانا چاہتے تھے۔ وہ قوم کی ترقی کو حاکم وقت کی زبان، اسکی تعلیم طرز معاشرت اور اخلاقی آداب کو اختیار کرنے پر منحصر سمجھتے تھے۔ مغربی افکار و نظریات سے وہ اتنے متاثر ہو گئے تھے کہ انہوں نے اسلامی تہذیب و تمدن کو بے وقت کی راگنی قرار دیا، اس طرح وہ مسلمانوں کو مغربی انداز فکر میں ڈھالنے کے لئے سرگرداں تھے، یہاں تک کہ انہوں نے مسلمانوں کے مذہبی عقائد پر نشتر

زنی کی جسکی وجہ سے مسلم قوم میں انتشار پیدا ہوا۔ امام الا تقیاء مولانا نقی علی خاں یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکے اور سیف بے نیام بنکر باطل عقائد و نظریات کا منھ توڑ جواب دیا۔ آپنے مغربی لباس و آداب و معاشرت وغیرہ کی زبردست مخالفت کی اور مسلمانوں کے سیاسی زوال کا سبب اسلام سے دوری قرار دیا اور مسلمانوں میں پھیلی ہوئی بے راہ روی اور غلط رسم و رواج کی سخت مخالفت کی اور غیر اسلامی رسموں کے خلاف "ہدایت البریہ الا شریعۃ الاحمدیہ" لکھی۔ گویا اردو نثر میں اسلامی معاشرت پر لکھی جانے والی یہ سب سے پہلی تصنیف ہے۔

جنگ آزادی کے ناکام ہونے کے بعد ہندوستانی معاشرہ ابتلاو آزمائش کے دور سے گزرنے لگا۔ انتقامی کارروائی کی گئی۔ ہزاروں بے گناہ افراد کو شہید کر دیا گیا علماء و فضلا کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا گیا۔ محض شبہ کی بنیاد پر لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا ان پر بغاوت کے مقدمات چلائے گئے، کالے پانی کی سزائیں دی گئیں، جلا وطن کئے گئے۔ ابن الوقت ضمیر فروش معاشرہ میں پیدا ہوئے۔ جنہوں نے سرکار بہادر کے گن گائے اور جنہوں نے قوم سے غداری کی ان کو خطابات سے نوازا گیا۔ اور عطیہ میں بڑی بڑی جاگیریں دی گئیں ایسے روح فرسا دور میں خاتم المحققین نے اپنی قوم کو بیدار کر کے عیسایت کے اثرات سے قوم کو محفوظ رکھنے کے لئے سیف قلم کا سہارا لیا اور حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں ہندوستانی معاشرہ کی سب سے بڑی خدمت یہی تھی کہ مسلمانوں میں خود اعتمادی پیدا کی جائے اور احساس کمتری کو مزاج و فکر سے نکالا جائے تاکہ عوام فکری طور پر انگریزوں سے مورچہ لینے کے لئے تیار ہو سکیں۔ مولانا نقی علی خاں کی تصنیفات اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ مولانا بریلوی نے ہندوستانی مسلمانوں کو عزم دیا، حوصلہ دیا اور خود کفیل بننے کے لئے سہارا دیا۔ مغربیت اور

لادینی کے طوفان سے بچانے کے لئے آپنے مسلمانوں کو ذہنی و فکری اعتبار سے تیار کیا۔

انگریزوں نے پہلی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد اپنے ظلم و تشدد کا سب سے زیادہ نشانہ مسلمانوں کو بنایا کیوں کہ اس جنگ کے بانی و قائد مسلمان تھے۔ انگریزوں کو مستقبل میں اگر کوئی خطرہ پیدا ہو سکتا تھا تو وہ سب سے بڑا خطرہ مسلمان سے ہی تھا۔ اسی لئے انہوں نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے اور آپس میں دست گریباں رکھنے کے لئے ضمیر فروشوں کی ایک ٹولی بنائی جنھوں نے جدید طریقہ اور عقائد تراشے اور مسلمانوں میں ان کو عام کرنے کی کوشش کی۔ اسلام سے لوگوں کی بددل کرنے کے لئے انگریزوں نے بہائی تحریک کو بڑھاوا دیا۔ فروعی مسائل کو بنیاد بنا کر اخلاقی ہنگامے کرائے تا کہ مسلم قوم آپسی انتشار میں سرگرداں رہے اور انگریزوں کی طرف منہ اٹھا کر نہ دیکھ سکے اس کے ساتھ ہی مسلمانوں میں مغربیت کو عروج دینے کے لئے ترقی کے نام پر نئی نئی تحریکیں چلائیں۔ مولوی نقی علی خاں نے انگریزوں کی ان چالوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا مسلمانوں میں نئے عقائد کی تبلیغ کو روکنے کے لئے آپنے اصول الرشاد، لمع مبانی الفساد، ازالۃ الاوہام، اصلاح ذات بین موالات وغیرہ کتابیں لکھیں اور عقائد فاسدہ کو مسلم معاشرہ میں پرورش پانے سے روکا۔ مغربی اثرات کو زائل کرنے کے لئے "لمعہ البزاس فی آداب الاکل واللباس تحریر کی۔ انگریزی تعلیم کے مضر اثرات سے قوم کو بچانے کے لئے آپنے "الکواکب الزہر فی فضائل العلم و آداب العلما" نیز فضل العلم والعلماء تحریر کیں۔

عیسائیت کی طرف سے حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت مقدسہ پر نازیبا حملے کئے گئے اور عوام کو گمراہ کرنے کے لئے اسلام اور بانی اسلام کے بارے میں

غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی تھیں آپ نے ان کا جواب "سرور القلوب فی ذکر المحبوب" لکھ کر دیا۔ آپنے نہ صرف منھ توڑ جواب دیا بلکہ سرکار رسالت مآب ﷺ کے اوصاف حمیدہ واعمال وکردار، خصائل واخلاق اور اسوہ حسنہ بیان کئے اور بتایا کہ سرور دو جہاں کی محبت تمام محبتوں سے افضل واعلیٰ ہے۔اس عالم فانی کی تمام محبتیں حضور کی محبت کے سامنے ہیچ ہیں۔سرکار دو عالم کی محبت ہی اصل ایمان ہے۔ آپکا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے مسلمانوں میں عشق رسول پیدا کرنے میں اپنی اندگی صرف کی اور امت کو محبوب رب العالمین کے مقام مرتبہ سے آگاہ کیا۔

اس طرح مفتی نقی علی خاں کا مقدس مشن اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ اصلاح وسدھار تھا۔اسلامی معاشرہ کو مغربیت کے سیلاب میں غرق ہونے سے بچانا تھا آپنے ایک طرف اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ اہل ہند کو نعمت ایمان اور دولت اسلام عطا کی وہیں عقائد اسلامی کی حفاظت بھی کی۔

حالانکہ یہ اسلام کی نورانی شمع آج ہمارے سامنے نہیں ہے بلکہ تقریباً چالیس سال تک قوم وملت پر نور کی ضیاپاشی کرتے ہوئے ۱۸۸۰ء میں اصل نور سے جاملی مگر اس کی روشنی باقی ہے اور باقی رہیگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت علامہ نقی علی خان
اور
آپکی حیات بابرکات

مولوی فضل حق بستوی متعلم جامع رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

ہند کی دھرتی پر اسلام کا تقدیسی اجالا پھیلانے والوں میں صاحبان شمشیر و سنان اور تاجوران علم و عرفان کا اپنا اپنا اہم کردار ہے۔ البتہ یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ مجاہدین اور سلاطین نے علماء ربانین اور اولیا کاملین کی راہنمائی میں غلبۂ اسلام کا وہ اہم کارنامہ انجام دیا کہ سرزمین ھند بجائے دارالحرب کے دارالاسلام بن گئی۔ سرزمین ہند پر اسلام کا تقدیسی اجالا اجاگر کرنے والوں میں بعض لوگ تو صرف صاحبان شمشیر و سنان ہی گزرے ہیں مثلاً محمد بن قاسم سلطان محمود غزنوی، سلطان شہاب الدین غوری وغیرہم اور بعض لوگ وہ تھے جو صرف تاجوران علم و عرفان تھے۔ مثلاً سلطان الھند خواجہ معین الدین حسن سنجری، اور خواجہ بختیار کاکی اور خواجہ فرید الدین گنج شکر، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور بعض لوگ وہ تھے جو تاجوران علم و عرفان کے ساتھ صاحبان شمشیر و سنان بھی تھے مثلاً سلطان سالار مسعود غازی اور مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہم، ان لوگوں نے سرزمین ہند پر دین مصطفوی کا پرچم لہرانے کے لئے قدم رنجہ فرمایا انہیں لوگوں میں سے ملک افغانستان کے شہر قندھار کے

ایک بڑہیچ پٹھان سعید اللہ خاں علیہ الرحمۃ بھی شاہان مغلیہ کے عہد میں ھندوستان تشریف لائے۔ اس عظیم پٹھان کی خوش بختی پر جتنا بھی رشک کیا جائے وہ کم ہے۔ آپکی نسل سے علم و فضل کے گلستان و بوستان میں بہار جانفزا آگئی۔ مصطفیٰ جان رحمت شمع بزم ھدایت ﷺ کے عشق و عقیدت اور دین مصطفیٰ کے علم و حکمت اور انکی میلاد اور انکے چاہنے والوں کے عرس جہاں جہاں بھی آباد ہیں۔ اسی خاندان بڑہیچ کے علم و دانش اور فکر و فن کا نتیجہ ہے۔ مورث اعلیٰ سعید اللہ خاں بہادر کی اولادوں میں سے ولد صالح جنکا نام گرامی مجدد اسلام حضور امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ ہے۔ آپکی نسل کے اس مہکتے ہوئے پھول نے صحرا کو گلستان بنا دیا، شہر شہر میں ڈگر ڈگر میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی ایسی شمع روشن کر دی کہ سخت سے سخت آندھی اور طوفان بھی اس کو نہیں بجھا سکتے ہیں۔ اور نہ ہی اسکی چمک کو ماند کر سکتے ہیں حضرت کے مورث اعلیٰ سعید اللہ خاں قندھاری اور آپکے اجداد صاحب شمشیر و سنان کے علاوہ تاجوران علم و عرفان بھی تھے۔ لیکن مورث اعلیٰ سعید اللہ خاں کی تیسری پشت سے تو شمشیر و سنان کی جگہ تسبیح و مصلے نے لے لی تھی۔

آپکی تیسری پشت کے بعد جو لوگ بھی تھے انہوں نے دنیوی منصب کو ٹھوکر مار کر فقر اور فقیری اختیار کر لی تھی۔ آپکی اولادوں میں ایک ولد صالح امام المتکلمین قدوۃ الواصلین، زبدۃ الکاملین رئیس المدققین حضرت علامہ مولانا نقی علی خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اس عظیم المرتبت ہستی سے وہ عظیم البرکت مجدد اعظم پیدا ہوئے جن کی جبین اقدس پر ولایت اور مجددیت کا تاج رکھا جانے والا تھا۔ آپکی ولادت باسعادت جمادی الاخر یا رجب المرجب میں ۱۲۴۶ھ میں بریلی شریف میں ہوئی اور آپکا وصال پر ملال بلکہ آپکی شہادت

ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ میں پورے اکیاون سال پانچ مہینے کی عمر شریف میں ہوئی۔ آپنے بعارضۂ اسہال دموی شہادت پائی۔ اور اپنے والد ماجد حضرت رضا علی خاں علیہ الرحمۃ کے کنارے مدفون ہو گئے۔ آپکی حالت نزع کا یہ عالم تھا کہ آپ متواتر آنکھیں بند کئے سلام علی خیر الانام پڑھتے تھے، اسی حالت میں آپنے اپنے دست مبارک کو اعضائے وضو پر اس طرح پھیرا گویا کہ آپ وضو کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ استنشاق بھی فرمایا یعنی بیہوشی میں نماز ظہر بھی ادا فرمائی جس وقت روح نے قفس عنصری سے پرواز کیا اس وقت ایک نور نظر آیا کہ سینۂ بے کینہ سے اٹھ کر برق تابندہ کی طرح چہرۂ مبارکہ پر چمکا جس طرح لمعان خورشید آئینہ میں جنبش کرتا ہے۔ آپنے جملہ علوم وفنون کی تحصیل اپنے والد ماجد سے فرمائی آپکو تمام علوم وفنون میں تبحر حاصل تھا۔ علوم کثیرہ میں آپکی تصانیف مطبوعہ غیر مطبوعہ آپکے علم وفضل کی شاہد ہیں۔

آپ حریت پسند مجاہد جنگ آزادی تھے۔ انگریزی اقتدار کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے علماء اہلسنت نے جہاد کا فتویٰ صادر فرمادیا تھا اس فتویٰ کے مطابق جہاد کی تیاری "عملاً" جہاد کا آغاز جہاد کرنے کے لئے جہاد کمیٹی علمائے اہلسنت پر مشتمل بنائی گئی۔ جس کے فعال رکن رئیس الاتقیاء امام المتکلمین مولانا نقی علی خاں تھے۔ انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے مجاہدین کو مناسب مقامات پر گھوڑے اور رسد پہنچانے کی ذمہ داری آپ ہی کے سپرد تھی۔ جو آپنے بحسن خوبی انجام دی۔

جہاں آپ ایک عالم باعمل تھے وہیں عاشق رسول بھی تھے۔ آپکے عشق رسول کے کمال کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ

آپ بیمار ہو گئے اور بیماری اتنی شدت کی لاحق ہوئی کہ آپ کو سخت کمزوری آ گئی، اثنائے مرض ایک دفعہ جب آپ کے مرض کی شدت اور زیادہ ہو گئی تو خواب میں آپکی قسمت جاگ اٹھی آپکے پاس خواب میں سرکار دو عالم رحمت عالم ﷺ تشریف لائے اور سرکار نے آپ کو ایک دوا عطا فرمائی وہ دوا آپنے پی لی اس دوا کے حلق سے اترتے ہی آپکا تمام درد ختم ہو گیا اور کیوں نہ ختم ہوتا، پلایا بھی کس نے تھا جو انکا محبوب تھا۔ اور آپکے عشق رسول کا پتہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے جو آپکی کتاب مستطاب تفسیر سورۃ الم نشرح میں ہے۔ جس میں آپنے سرکار دو عالم رحمت عالم ﷺ کی وہ تعریف اور توصیف کی ہے کہ عقلیں دنگ ہیں۔ مثلاً سرکار کی تعریف میں آپنے فرمایا ہے:-

> ''سرور بنی آدم، روح روانِ عالم، انسان عین وجود، دلیل کعبۂ مقصود، کاشف سرمکنون، خازن علم مخزون، قاضئ مسند حکومت، مفتی دین وملت، قبلۂ اصحاب، صدق وصفا، کعبہ ارباب حلم وحیا، وارث علوم اولین، مورث کمالات آخریں، حجت حق الیقین، تفسیر قرآن مبین، تصحیح علوم متقدمین میں یوسف کنعان جمال سلیمانِ ایوان جلال''

آپنے ایسے پیارے پیارے الفاظ سے سرکار دو عالم رحمت عالم ﷺ کو پکارا ہے۔ آپنے اپنی زندگی میں جو سب سے اہم کام کیا ہے ''خدمت دین متین ہے اور انگریزی اقتدار کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش ہے۔ آپنے لوگوں کو صراط مستقیم پر چلانے کے لئے کبھی علم ظاہری سے بھی کام لیا ہے۔ اور کبھی علم

باطنی سے بھی آپکی زندگی سراپا علم و فن اور سراپا زہد و تقویٰ تھی آپ اپنی آخری عمر تک لوگوں کو صراط مستقیم پر لانے کی کوشش کرتے رہے۔ اور آپ نے اپنے اس کام کو بحسن وخوبی انجام بھی دیا۔

سلام ہو اس عالم باعمل پر جس نے لوگوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت دی۔ سلام ہو اس مجاہد پر جس نے مجاہد جنگ آزادی ہونے کا حق ادا کر دیا اور سلام ہو اس عاشق رسول پر جس نے عشق رسول کا بھی حق ادا کر دیا۔ اور سلام ہو اس مرد حق پر جس کو مجدد اعظم کے والد گرامی ہونے کا شرف ملا۔

☆☆☆☆☆☆☆

امام الاتقیاء مفتی نقی علی خاں کے مزار شریف کی تعمیر نو کب اور کیسے؟

از: محمد اقبال نوری

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں صاحب اور جد امجد امام العلما مولانا رضا علی خاں کے مزارات مقدسہ سٹی اسٹیشن کے نزدیک واقع قبرستان میں ایک شاندار گنبد میں برابر برابر ہیں۔ جہاں عقیدت مند حاضر ہو کر دونوں بزرگوں سے فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔اس گنبد کی تعمیر جدید کے سلسلہ میں اس وقت ہمارا موضوع سخن ماہ ستمبر ۹۸ء کا ماہنامہ اعلیٰ حضرت میں شائع کیا گیا ایک مضمون بعنوان "خانقاہ عالیہ رضویہ کی تعمیر جدید" ہے جس میں صاحب مضمون نے ان دونوں بزرگوں کے مزارات کی تعمیر نو کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل الفاظ میں گوہر افشانی فرمائی ہے:-

"اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی اور جد امجد علیہم الرحمۃ الرضوان سٹی قبرستان میں مدفون ہیں۔ صاحب فضل و صاحب علم ہر دو بزرگ کی قبر عام قبروں کی طرح تھی۔ قبرستان میں وقت حاضری زائرین کو شناخت کرنے میں دشواری ہو رہی تھی۔ صاحب سجادہ حضرت علامہ سبحانی

میاں قبلہ مد ظلہ العالی نے بذات خود اس امر کا احساس کیا۔ احساس کا نتیجہ فی الفور نکل آیا۔ آپ نے اپنی نگرانی اور تولیت میں ہر دو بزرگ کے مزارات کو پختہ کروایا اور دونوں مزاروں پر ایک حسین و خوشنما گنبد تیار کروایا جو نہایت ہی حسین و جمیل ہے۔ مزید خوشی کی بات یہ ہے کہ تب ہی سے باقاعدہ اور منظم طریقہ سے دونوں بزرگ کا عرس مبارک بھی وصال کی تاریخوں میں ہو رہا ہے۔" (ماہنامہ اعلیٰ حضرت، ستمبر ۹۸ء ص ۴۲)

مندرجہ بالا تحریر پڑھنے کے بعد قاری کیا تاثر قائم کریگا؟ یہی نہ کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا سے لیکر حضور مفتی اعظم ہند اور ریحان ملت تک تمام اہل خاندان کی جانب سے یہ مزارات عدم توجہی اور سرد مہری کا شکار رہے اور یہ بزرگ اپنے اجداد کے مزارات کے نشانات کو بھی باقی نہ رکھ سکے۔ کیا اسطرح صاحب مضمون مخالفین کو خود اپنے ہی خلاف ہتھیار فراہم نہیں کر رہے ہیں۔

اگر مضمون نگار کو گنبد ھذا کی تعمیر جدید سے قبل کبھی ان دونوں بزرگوں کے مزارات پر حاضری کی توفیق ہوئی ہوتی یا کبھی ادھر سے گذرے بھی ہوتے تو معلوم ہو تا کہ دونوں بزرگوں کی قبریں عام قبروں کی طرح نہیں تھیں بلکہ ابتدا سے ہی گنبد ہے اور مزارات پختہ ہیں۔ مضمون نگار کا یہ قول کہ "آپ نے (صاحب سجادہ خانقاہ عالیہ رضویہ نے) اپنے نگرانی میں ہر دو بزرگ کے مزارات کو پختہ کرادیا اور دونون مزاروں پر ایک حسین و خوشنما گنبد تیار کرا دیا" حقیقت سے دور اور بے بنیاد ہے۔

کسی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کے کارناموں کو ذکر کرنا بری بات نہیں ہے لیکن حقیقت سے چشم پوشی کرتے ہوئے دوسروں کی

خدمات کو اپنے ممدوح کے کارناموں میں درج کرنا خیانت ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ مذکورہ دونوں بزرگوں کے مزارات و گنبد ابتدا سے ہی پختہ و شاندار تھے۔ ۱۹۷۶ء کے ماہنامہ المیزان بمبئی کے امام احمد رضا نمبر میں دونوں بزرگوں کے گنبد کا فوٹو شائع کیا گیا تھا لیکن کافی عرصہ گذر جانے کی وجہ سے گنبد بوسیدہ ہو گیا تھا جس کی مرمت یا تعمیر نو کی ضرورت تھی۔ راقم الحروف نے عاشق اعلیحضرت جناب احمد ڈوسہ صاحب کی توجہ مبذول کرائی محترم ڈوسہ صاحب نے خاصی رقم خرچ کر کے راقم الحروف کی نگرانی میں گنبد کی تعمیر کرائی اور دونوں بزرگوں کو نام اور تاریخ وصال کا کتبہ نصب کرایا۔

دونوں بزرگوں کا عرس و نذر و نیاز پہلے بھی ہوا کرتے تھے خود حضور مفتی اعظم ہند اکثر و بیشتر دونوں بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتے تھے لیکن ادھر کئی سال سے انجمن عاشقان بلال بریلی شریف، استاذ العلما حضرت تحسین رضا خانصاحب کی سرپرستی میں انتہائی تزک احتشام کے ساتھ امام الاتقیاء کے عرس کی تقریبات منعقد کرتی ہے جس میں قرآن خوانی، نعت و منقبت، علمائے کرام کی تقاریر کے علاوہ سیمینار بھی منعقد کیا جاتا ہے جس میں علماء فضلاء، ڈاکٹر و ریسرچ اسکالر وغیرہ خاتم المحققین کے کارہائے نمایاں پر مقالے پڑھتے ہیں۔

اس طرح فاضل مضمون نگار نے از اوّل تا آخر کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے اپنی تحریر سے عوام بالخصوص سنی مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ناکام و ناپاک کوشش کی ہے جو قابل.................. ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ صاحب سجادہ حضرت سبحان رضا خانصاحب انتہائی مصروفیات اور ذمہ داریوں کی وجہ سے ماہنامہ میں شائع ہونے والے مضامین

کی جانب پوری توجہ نہیں دے پاتے ہیں۔ جس کا مضمون نگار نے ناجائز فائدہ اٹھایا اور کسی سازش کے تحت کمال ہوشیاری سے مضمون ھذا شائع کر دیا (مضمون نگار رسالہ مذکور کے مدیران میں سے ایک ہیں) ہمیں یقین کامل ہے اگر صاحب سجادہ کی علم میں ہوتا تو وہ کسی بھی حالت میں اس مضمون کی اشاعت کی اجازت نہ دیتے کہ اسطرح کی باتیں ان کے منصب و مرتبہ کے خلاف ہیں۔ تاہم ہماری صاحب سجادہ سے مؤدبانہ گذارش والتماس ہے کہ ایسے چاپلوسوں سے ہوشیار رہیں جو آپکی اور خانقاہ کی عزت و وقار کو مجروح کرنے کے درپے ہیں۔